مکتوباتِ فرنگ

مترجمہ

جناب ڈاکٹر محمد عبدالغفور صاحب

بسمل بریلوی

باہتمام نظام الدین حسین پرنٹر

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

١٣٣٠٢

نذر

میں اس ترجمہ کو مخدومی مکرمی ابوالکمال جناب مولوی

سید محمد عبدالودود صاحب ودود بریلوی کی خدمت میں بطور نذر مختصر

پیش کرنے کی جرات کرتا ہوں

ہدیۂ درد پرستش نذر کو لایا ہوں میں

خدا کرے

وہ بھی کہیں کراہ ۔ سکے ۔ آمین

عقیدت کیش

بسمل

۲۲ مئی ۱۹۲۳ء

۷۸۶

تمہید

مکتوبات فرنگ

انگریزی میں یہ خطوط مکتوبات محبت کے نام سے موسوم کئے گئے ہیں۔
مسیز شان ٹون نے جو کہ متعدد کتابوں کی مصنفہ ہیں یہ مکتوبات جمیل لندن میں شائع کرائے ہیں۔ دیباچہ میں لکھتی ہیں:-

ایام رفتہ وسط میں ایک مقتدر اور معزز اینگلو انڈین کو مصر و ہندستان کا تھوڑا سا سا ال

ہاتھ آگیا تھا۔ اس میں علاوہ اور چیزوں کے یہ خطوط بھی تھے۔ چونکہ وہ افسر اس دنیائے فانی سے رخصت ہو چکا ہے۔ وہ نازک اور حسین ہاتھ جس نے یہ خطوط لکھے تھے ظالم موت نے شل اور غیر متحرک کر دیے ہیں۔ اس لیے ہمیں ان کی اشاعت میں کسی قسم کی معافی مانگنے کی ضرورت نہیں۔"

یہ مکتوبات محبت تعداد میں تیئیس ہیں۔ جن میں سے دو خطوط تیسرا اور بیسواں نانا صاحب نے لکھے ہیں اور باقی خطوط خاتون ایم۔ بی۔ کے طلسم ادب کا نمونہ ہیں۔

ان مکتوبات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نانا صاحب قبل بغاوت ۱۸۵۵ء انگلستان گئے تھے اور وہاں اس خاتون کے نوید محبت کو قبول کیا تھا۔

یہ خاتون ایک بیوہ انگلش نواب زادی ہے جس نے نانا صاحب کے شباب پر فریفتہ ہو کر اپنے لیے سامانِ خلش حاصل کیا تھا۔ جب یہ جذبہ محبت اندر ہی اندر اس کی روح کو تحلیل کرنے لگا تو وہ سیاحت کے بہانے سے مصر، سیلون، رنگون ہوتی ہوئی کلکتہ پہونچی اور غالباً لارڈ کیننگ کی مہمان رہی۔ وہ نانا کے ساتھ شادی کی خواستگار رہتی۔ چنانچہ اس نے کئی خطوں میں جلد شادی کرنے پر اصرار کیا ہے۔

خاتون کے سیاسی عقائد

اکثر خطوں کے پڑھنے سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک سیاسی خاتون تھی جو کہ نانا صاحب کو صرف اس غرض سے اپنے فریب محبت میں مبتلا رکھنا چاہتی تھی کہ کبھی یہ انگریزوں کی مخالفت میں کھڑے ہونے کی جرات نہ کرے۔

کرتی ہے محبت تو گزرتا ہے گماں اور

اول خط میں لکھتی ہے:"کس طرح انگریز امید یا خیال بھی کر سکتے ہیں کہ اس قدر وسیع اور اجنبی ملک پر بغیر کسی تصادم یا بغاوت کے حکومت کر سکتے ہیں۔تمام باتیں ایسی حالت میں ممکن ہیں۔لیکن میرے خیال میں یہ بات ناممکن سی معلوم ہوتی ہے کہ تم اپنے ہم وطنوں کی درخواست پر بھی آئین چھوڑنے پر راضی ہوگے۔

دوسرے خط میں لکھتی ہے:"سیاسیات سے مجھے اُسی قدر محبت ہے جس قدر دوسری خواتین کو لباس سے"

لیکن اُس نے یہہ لکھ کر کہ" میں ایک عورت ہوں اور مقبلائے

محبت عورت ۔ خود غرضی میری فطرت میں داخل ہے،، اپنے آپ کو تمام شکوک اور نکتہ چینیوں سے محفوظ بنا لیا ہے۔

ادبیت

یہ مکتوبات ادب کی فسوں کاریوں اور طلعت ریزیوں سے لبریز ہیں۔
حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ ترجمہ میں جذبات و تاثرات مفقود نہ ہونے پائیں۔
لیکن پھر بھی اپنی بے بضاعتی کا اعتراف ہے۔ ہر خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر بات کے بیان پر قدرت کامل رکھتی ہے۔ اور خاص طور پر مناظر فطرت کے اذکار میں اُسے ید طولیٰ حاصل ہے۔ شاندار الفاظ ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے ہیں اور تخیلات کا سیلاب اُمڈا چلا آرہا ہے۔

ہر جملے سے خیال کی رعنائیاں اور فطری رنگینیاں جلوہ گر ہیں اور بعض بعض جگہ اس قدر رنگین و کیف پرور جذبات کا اظہار کیا ہے۔ کہ اُس کی سحر بیانی پر ایمان لے آنا پڑتا ہے۔ یوں تو ہر سطر سے لطیف تاثرات نمایاں ہیں۔ لیکن یہ جملے خاص طور پر قابل قدر ہیں۔

"آہ! وہ چاندنی رات جس کی بابت یہاں کے لوگوں کا خیال ہے کہ فرشتے آسمان سے اُتر کر سیر کیا کرتے ہیں۔ بلیغ الفاظ وہی ہیں جو لب تک نہ پہونچے ہوں!" چھوٹے چھوٹے بنگلے جھیل کے کنارے پر کھڑے ہوئے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا ہوا میں تیر رہے ہیں" بہر کیف جب شوق کی دلفریبیاں زائل ہو جاتی ہیں تو پھر بجز اُس تاریک خیال کے جس کا نام خود غرضی ہے اور کیا باقی رہ جاتا ہے"

نسیم گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح نرم ہے

جذبات محبت

عورت کا جذبۂ محبت ۔ مرد کے جذبۂ محبت سے زیادہ عمیق اور درد انگیز ہوتا ہے۔ تنہائی میں ایک عورت کی نرم و پر گداز آواز ایک صوت سرمدی ہے۔ جو کہ تمام کائنات پر خواب طاری کر سکتی ہے۔ اور ایک مبتلائے محبت عورت کے ہیجان سینہ سے نکلی ہوئی فریاد ایک سسکی ہے۔ ایک ہوک ہے جو کہ ہر ذرہ کو درس تپش دیئے بغیر نہ رہے گی۔ یہ تمام مکتوبات جمیل اسی قسم کے

پاکیزہ اور دل آویز خیالات سے لبریز ہیں۔ پڑھیے اور وجد کیجیے

(۱) شروع ہی سے تم مجھے ہر شخص سے زیادہ عزیز ہو۔ یہاں تک کہ اُس مرحوم سے زیادہ عزیز ہو جس کے لیے میری دوشیزگی وقف کر دی گئی تھی۔

حقیقتاً میں اس امر کے اعتراف سے کسی قدر پشیمان ہوں۔ اس خیال سے نہیں کہ مجھے تم سے نسبت ہے۔ بلکہ صرف اس لیے کہ جان و دل سے کسی کے ہو رہنے ہی میں راحت و آرام مضمر ہے۔ کسی کو اقلیم دل پر حکمرانی کی اجازت دے دینا گویا دونوں کو تباہ کر دینا ہے۔ تاہم یہ بھی کوئی بات نہیں

(۲) محبت تمام مخالفین کو متحد کر دیتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اُس کا نام محبت نہیں۔

(۳) آؤ ہم تم مل بیٹھیں۔ آؤ ہم اُن خوابوں کا دیکھیں جو کہ محبت و مسرت کا ماحصل ہیں۔ پیارے خدا کے لیے جلد آؤ۔

(۴) اے دل کے مالک للہ جلد واپس آؤ۔ مجھے تم سے محبت ہے۔ ہاں مجھے تم سے محبت ہے۔ تمہاری موجودگی میری حیات کو انوار مسرت سے چمکا دیتی ہے۔ کیا یہ میری منت زاریاں مقبول نہیں ہیں۔

میں انتہائے محبت سے اس بات کا دعویٰ کرتی ہوں کہ تمہاری زندگی میری زندگی ہے۔"

(۵) میں مدت مدید تک۔ یہاں تک کہ حشر تک تمہارا انتظار کر سکتی ہوں۔ اگر پیارے تم مجھے وہاں ملنے کی امید دلاؤ۔

(۶) مجھ غمگین اور حقیر ہستی کے پاس فردوس بریں سے قریب ملتی ہوئی محبت جیسی عالی اور معصوم چیز ہے

میری جان واپس آجاؤ۔ ہاں واپس آجاؤ۔ میں صرف تمہارے لیے زندہ ہوں اور ہمیشہ تک تمہاری یاد میں زندہ رہوں گی۔

(۷) میں ملتجی ہوں کہ تم اُس عورت کو فراموش نہ کرنا جس کی محبت غیر مختتم ہے اور خدا سے اور بشر سے وہ صرف اس بات کی خواستگار رہی کہ تم بھی اُسی کی طرح محبت کرو۔

(۸) میری عفیفت نسائیت کے تھی اور صرف تم ہی ایک جذبہ خاص ہو میری زندگی ابدالآباد تک تمہاری زندگی کے ساتھ وابستہ کر دی گئی ہے۔ خواہ مستقبل سے ہمیں فائدہ پہونچے یا نقصان۔ خواہ تحسین ہو یا تضحیک لیکن ہم تم شریک رہیں گے۔ تا اختتام حیات تمہارے اہل وطن میرے

اہل وطن ہو گئے اور تمہارا خدا میرا خدا۔

نانا صاحب

نانا۔ خاندان پیشوا (مرہٹہ) کے آخری فرماں بردار باجی راؤ کا پسر متبنٰی تھا جب موت کے زبردست ہاتھ باجی راؤ کی زندگی کا خاتمہ کر چکے تو انگریزوں نے نانا صاحب کو حقوق ولیعہدی سے محروم کر دیا۔ لیکن نانا نے اپنی مستحکم اور غیر متزلزل وفاداری سے انگریزوں پر اپنا اعتماد قائم رکھا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں جب کانپور پر شورش انگیز جماعت نے حملہ کیا تو بٹھور سے انگریزوں نے مدد کی غرض سے نانا صاحب کو بلایا۔ نانا صاحب نے بجائے انگریزوں کی معاونت کے انہیں شکست دینے کی کوشش کی۔ لیکن جب وہ اپنے مقاصد میں ناکام رہا تو وہ مع اپنے ہم خیال ساتھیوں کے نیپال کی ترائی کی جانب مفقود الخبر ہو گیا۔ چنانچہ وہ اپنے آخری خط میں لکھتا ہے:۔

لیکن اب میں خود بخود بیش بہا چیز کو چھوڑ کر صرف اپنے مادر وطن کی پیروی کی خاطر ایک غیر معلوم جگہ کو جلا وطن ہو رہا ہوں۔

جذبۂ حب وطن

ناناصاحب کے دونوں خطوط جذبۂ حب وطن سے لبریز ہیں۔ لکھا ہی:۔
مجھے اُس قوم کے حسیات اور روایات مرتعش بنا دیتے ہیں جو کہ مختلف عقائد کے لحاظ سے خواہ صراط مستقیم پر چلتی ہو یا صراط غیر مستقیم پر اور صدیوں تک اپنی وضع کی پابندی کو ترک کرنا نہیں چاہتی۔

مجھے امید ہی کہ تمہارا دل عام جذبۂ ہمدردی سے لبریز ہوگا علاوہ ازیں تعصب کی خطرناک معصیت سے بھی بے لوث۔ تعصب کسے کہتے ہیں۔ اسی کا نام جہالت ہی۔ جس میں تمہارے بہت سے مشہور ہم وطن مبتلا ہیں

۲۔ میں صرف یہ اس وجہ سے کر رہا ہوں کہ میرے ملک کو میری ضرورت ہی۔ انگریز مجھے غدار اور ایک دیوانہ کا خطاب دیں گے۔ اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں ہی۔

مجھے صرف اپنی قسمت کے نیصلہ پر شاکر رہنا چاہیئے۔ مجھے وہ نادر جذبہ جسے دنیا جذبۂ حب وطن کے نام سے

پکارتی ہو مرتعش کئے ہوئے ہے۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ زبردست کمزوروں کو ستا رہے ہیں اس لیے مجھے کمزوروں کی حمایت میں لڑنا چاہیئے مجھے معلوم ہے کہ تاریکی تمام ملک پر چھائی ہوئی ہے لیکن پھر بھی طلوع سحر کے آثار پائے جاتے ہیں۔

میں امید پر قانع ہوں کہ شاید میرے مرنے کے ایک عرصہ دراز کے بعد میری قربانی کا معمولی تخم زمانہ کے ہاتھوں سے پرورش پاکر ایک امید افزا پھول پیدا کرے۔

خاتون۔ ایم۔ بی۔ کی التجائے محبت کی پذیرائی کے متعلق نانا صاحب کے خیالات میں سے یہ جملے پیش کردینا کافی ہیں۔

میں تمہیں محبت کرتا تھا اور اب بھی میری محبت غیر محدود ہے۔ دنیا کی ہر شے سے زیادہ بلکہ اس سے بھی بالاتر اور اس لیے تم سے ترک تعلقات کے یہ معنی ہیں کہ میں اپنی زندگی کو ناقابل برداشت بنا رہا ہوں۔

مجھے صرف اس قدر معلوم ہے کہ میں تمہاری پرستش کرتا ہوں اور

ہمیشہ ایسا ہی کرتا رہوں گا۔

سببِ اشاعت

طبّی تعلیم کے ایام میں زندہ دل اور مذاقِ سلیم رکھنے والے احباب ایک جگہ جمع ہو جاتے اور شام کو وقتِ فرصت میں علمی اور ادبی موضوعات پر بحث ہوا کرتی تھی ہیں اور میرے محترم ہم سبق ڈاکٹر خورشید حسن صاحب زیدی دہلوی انگریزی کتابوں کے ترجمہ میں اپنا وقتِ عزیز صرف کیا کرتے تھے۔

تکلف برطرف۔ تھا ایک اندازِ جنوں وہ بھی

وہ دور ختم ہو گیا اور وہ محفل درہم برہم ہو گئی۔

"نالۂ دل نے دیئے اوراقِ لختِ دل بہ باد"

میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اُس عہدِ رفتہ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے مکتوباتِ فرنگ کو ترتیب دیکر شائع کرا دوں۔

احباب چارہ سازیٔ وحشت نہ کر سکے

زنداں میں بھی خیالِ بیاباں نورد تھا

شکریہ۔ اصل کتاب جو انگریزی زبان میں تھی وہ لتبہ حض

ترجمہ مجھے میرے ہم سبق اور شفیق دوست ڈاکٹر سید جواد حسین صاحب تجارہ دی نے مرحمت فرمائی تھی۔ اُن کے اظہار شکر و امتنان میں میرا خاموش رہنا ہی بلیغ اعتراف ہے۔

لب بند ہوگئے جو ہوا اُن کا سامنا
نکلی نہ کوئی بات ہماری زبان سے

تعویق اشاعت ایک برس سے زیادہ عرصہ ہوا کہ میں نے ان مکتوبات کی طباعت کا انتظام مخزن پریس لاہور سے کیا تھا لیکن مالکان رسالہ مخزن نے ایسا دلخراش سکوت اختیار کیا۔ کہ اُس کی طباعت تو کجا جواب بھی نہ دیا۔ مخفی ذرائع سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ وہ کہیں گم ہوگئے۔

پردہ پردہ میں جو ظاہر ہو وہ حال اچھا ہے

آخر کار میں نے دوبارہ بصد دقت یہ اجزائے پریشاں جمع کیے ہیں۔

خراب محبت

دفینہ ڈاکٹر بسمل بریلوی

۲۱ اپریل ۱۹۲۲ء۔

پیارے شہریار

آپ کے اُس جاذب عطیہ کا جو کہ ابھی موصول ہوا ہے نہایت ممنونیت اور شکریہ پیش کرتی ہوں - یہ اُس خلوت گاہ یعنی مختصر سے بالاخانہ کا جسے آپ اپنی نشست کے لیے زیادہ پسند کیا کرتے تھے باعث آرائش ہے۔ بہ نسبت پہلے کے وہ منظر بہت زیادہ تغیر پذیر ہے ہوا اشجار خزاں رسیدہ ہیں اور تمام منظر گلشن پر بزرگوار سے زوال محیط کیے ہوئے ہے اور مسرت حیات انسانی کی طرح غیر یقینی اور شتنیہ ہے - ایک زمانہ تھا کہ گلاب کے پھول باغات کی زینت تھے اور خورشید ہمیشہ ضیا بار تھا۔ اور کوئی شے کبھی تاریکی کے زیر اثر نہ تھی - بس اُس مرنے والے کی یاد جو کہ تھوڑا عرصہ قبل اس دنیا میں کسی کے پہلو میں لطف اندوز تھا ستاتی تھی - ہائے وہ ساعتیں کس قدر سرور انگیز

اور خواب آلو دیکھیں۔ میں متعجب ہوں اگر آپ کبھی اس کا تصور بھی کریں۔
میں یقین کرتی ہوں کہ آپ اُس محبوبہ صادق جو کہ اس طرح شریک غم رہی ہو
کبھی فراموش نہ کریں گے۔

ڈیوک صاحب جنہیں پیرانہ سالی نے فاترالعقل بنا دیا ہے کل تشریف
لائے تھے اور آپ کی بابت کچھ سوالات کرتے تھے۔ وہ ہندوستان کے بارہ
میں ہماری اور گورنمنٹ کی حکمت عملی کے متعلق زیادہ متفکر معلوم
ہوتے تھے۔

ہم نے آپ کی عدم حاضری کو بہت محسوس کیا کہ کاش آپ یہاں ہوتے
اور اپنی قابل ستائش ذہانت اور قابلیت سے ہمارے مکالمے کو اپنی
خردمندی کی میزان میں تولتے۔ کیونکہ ان خامکاریوں نے ہم میں
واجب الرحم تزلزل پیدا کر دیا ہے۔ کیا ان خوفناک افواہوں میں
جو کہ ایک ایسے دور دراز مقام پر گرم ہیں کچھ شائبہ حقیقت بھی ہے یا
صرف خیالی دنیا کی خیالی اختراعات ہیں۔ تاہم اپنی غیر مستقل
مزاجی اور ناشکیبائی سے جو کہ انگریزوں کے مطمح نظر سے خارج ہیں۔
کس طرح امید یا خیال بھی کر سکتے ہیں کہ اس قدر وسیع اور غیر ملک پر بغیر

کسی تصادم یا بغاوت کے ہم حکومت کر سکیں۔ تمام باتیں ایسی حالت میں ممکن ہیں۔ لیکن میرے خیال میں یہ بات ناممکن سی معلوم ہوتی ہے کہ آپ اپنے ہم وطنوں کی درخواست پر بھی ہمیں چھوڑنے پر راضی ہونگے

لارڈ صاحب جنہیں آپ بھولے نہ ہوں گے گزشتہ ہفتے ہیں شکار کے لیئے گئے تھے۔ اب وہ اپنی جگہہ پر کام کر رہے ہیں۔ وہ اتنے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہونے کے باوجود بھی مطمئن نہیں ہیں۔ جہانتک میرا خیال ہی صوبجات کے پیچیدہ واقعات سے تنگ آگئے ہیں اور اپنے قدیمی مسکن کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ بات قابل افسوس ہی کہ آپنے یہاں شکار کے لیے قیام نہیں کیا ورنہ آپ شکار کے بہت زیادہ شائق ہوجاتے۔ شائد تکلیف غیر ضروری ہو۔ لیکن جب آپ میری اس قسم کی فروگزاشت پر غور کریں گے تو ضرور الزام سے بری پائینگے

کیا آپ انگلستان پھر تشریف نہ لائیں گے؟ کیا یہ یاد ہی کہ ہم نے کس جوش مسرت سے آپ کا استقبال کیا تھا۔ اور یاد ل ناخواستہ رخصت بھی۔ کیا کوئی ایسی طاقت ہی جو آپ کو یہاں دوبارہ کھینچ لائے؟ کیا مخلصانہ آوازوں کی گونج پہاڑوں اور سمندروں کو عبور

کرتی ہوئی آپ تک پہونچتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیا کسی دن آپ جواب بھی دیں گے؟

اچھا۔ میرے پیارے خدا حافظ۔ میں ان موسم بہار کے دنوں کو جو کہ تمہارے ساتھ گزارے ہیں۔ اکثر زیادہ دیر تک بغیر تمہارے تصور کے کبھی یاد نہ کروں گی۔

تمہاری صادق محبوبہ

ایم۔ بی۔

۲

میرے پیارے۔

آپ کے اس مسرت ریز محبت نامہ کا غیر محدود شکریہ جس کا جواب مجھے اس سے قبل دینا چاہیئے تھا۔ لیکن میرا ہر لمحہ مصروفیت سے لبریز ہے۔ خوشگوار اور نقش ہو جانے والے تصورات مجھے ہر وقت منہمک رکھتے ہیں۔

میرا برادر نزاد دو چند ہفتہ ہوئے انگلستان پہونچا ہے۔ آپ کے

متعلق بہت کچھ حالات بیان کرتا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ وہ تم سے ہمیشہ ملتا رہا۔ اور وہ کہا کرتا ہے کہ ہندوستان میں تم سب سے زیادہ ہر دلعزیز اور قابل قدر ہستی ہو۔ یہ تم خود جانتے ہو کہ ہر دل عزیزی بھی خود ایک جادو ہے۔ بہت تھوڑے افراد ہیں اس قدر مختصر وقت میں اتنے بڑی تعداد پیدا کر سکے ہوں گے جتنے کہ تم۔ ہم ایوانِ وزارت کے افتتاح تک یہاں شہر میں مقیم ہیں۔ سیاسیات سے مجھے اسی قدر محبت ہے جس قدر دوسری خواتین کو لباس سے۔ شاید تم کو یاد ہو کہ ہم باہم شطرنج کھیلا کرتے تھے اور میری دلچسپی میں کس قدر سکون اور انہماک ہوا کرتا تھا۔ اُف! یہ کیسا دلکش مشغلہ ہے۔ یہ فرض کر لینا کہ پیادے بنی نوع انسان ہیں اور بساط قوم ہے۔ مقصد عامہ کی غیر فانی چہار دیواری میں کس قدر رخنہ انداز یہ اختلاف یگانگت جس کا اظہار مختلف اقسام کی ضیافتوں۔ اجتماع۔ اور تفریحات سے کیا جاتا ہے۔ جن سے میں واقف تو بخوبی ہوں۔ لیکن پسند نہیں کرتی۔ اس سال اور بھی زیادہ متنفر ہوں۔ سال گزشتہ حالت کچھ مختلف تھی۔ کیوں کہ تم یہاں تھے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اس بہترین نعمت کو جان گئی ہوں۔ جسے حیات ابدی عطا کر سکتے ہیں لیکن

ہیں اُن میں ہمارا ایشیا عیش کی کوئی زیادہ قدر نہیں کرتی۔ باہمی ارتباط
گویا گلاب کے خوشنما پھولوں کے باغ کی مانند ہے جن کے دیکھنے سے آنکھوں کو
سرور حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اُسے کیا جن کے دل میں ایک نامعلوم اور ناآشنا
خلش ہو۔ یہ کیا سلسلہ جاری ہے کہ نوعِ انسان دنیا کے تجسس میں سرگرداں
ہوتے ہیں۔ چند ہوتے ہیں خفا اور اسی قسم کے فرضی خدا ہوں۔ اور آہ وہ
دنیا جس میں ہر شخص کسی حقیقی یا فرضی برتری کے لیے برسرِ پیکار ہو۔ اور
اس سے غافل ہو جائے کہ لمحاتِ زندگی کس طرح بحرِ جاودانی کی جانب
رواں دواں ہیں اور اسے فراموش کردے کہ انسان کی امیدیں
خواہشات اور جذبات شاذ و نادر ہی پورے ہوا کرتے ہیں۔

لیکن مجھے اس بحث کی چنداں ضرورت نہیں۔ میں بہت ہی بددل شکستہ
خاطر ہو رہی ہوں جیسا کہ تم میری تحریر سے معلوم کرو گے۔

مجھے ایک سیاسی دعوت میں۔ ڈی۔ سے ملنے کا اتفاق ہوا
باوجودیکہ وہ لباس کی بے ترتیبیوں اور بے قاعدگیوں میں مرحوم کونٹ
کی اتباع کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس نے اپنی حیرت انگیز خردمندی
کے باور کرانے کی کوشش کی۔ وہ خوبی اور حسن سے اس قدر معرا ہے

کر اس کی چند امتیازی خصوصیات اس کی تلافی نہیں کرسکتیں۔ وہ بہت ہی کم گو ہے۔ لیکن جب وہ کچھ کہتا ہے تو وہ وہی کہتا ہے جو دوسروں کے دل میں ہو۔ اور وہ بھی دل خوش کن پیرایہ میں۔ حالانکہ یہ راز کی بات ہو لیکن میرا خیال ہو کہ وہ اپنی ذاتی منفعت کی خاطر اپنے ضمیر کو ہر طرف رجوع کرسکتا ہو۔ وہ کہا کرتا ہو کہ انجمن ہائے ملّی کے استعمال کے سوا ایسے اور کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہو کہ جس سے پورے طور پر ہندوستان میں بغاوت کو روکنے کے لیے میری ہمدردی حاصل کرسکے۔ ڈی۔ کو مشرق کی سیاحت کا بہت زیادہ شوق ہو لیکن اب تک اس کا سفر ترکی ہی تک محدود رہا۔ اسے بہت افسوس ہو کہ انگلستان میں تم سے شناسائی حاصل نہ کرسکا۔ وہ کہا کرتا ہو کہ مشرق سے اسے ایک خاص انس ہو۔

اس نے دوارکاناتھ کی دلربا صورت کا بھی تذکرہ کیا جس سے وہ چند موقعوں پر جا بجا لندن جیسے نہ اہم قریبا مقام پر مل چکا تھا۔ جہاں کہ خاتون بی صاحبہ دل کھو بیٹھی تھیں۔

اس لئے مجھے مختلف افراد کے دلچسپ سوانحات اس قدر شمار

اور وارفتگی کے عالم میں سناتے جو کہ اُس کا حصّہ تھے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مضمحل اور افسردہ خاطر تھا۔ لیکن تاہم پورے طور پر توجہ کو منعطف کیے ہوئے دوران گفتگو میں اس کی خفیف سی لکنت موسیقی سے کم لطف دینے والی نہ تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ وہی ایک ہستی ہے جو کہ دوسرے کے دل میں شعلۂ محبت بھڑکا سکتی ہے۔

ہم لندن میں تا اختتام جولائی قیام کریں گے۔ اور پھر شمال کے سفر کا قصد ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم نے جنگل میں شکار میں اپنا وقت خوب گزارا ہوگا۔ حالانکہ مرغابیوں کی پرواز تمہارے لیے کوئی دلچسپی کا باعث نہ ہوئی ہو۔ موسم سرما میں میری ہمشیرہ - ڈی - جسے غالباً بھولے نہ ہوگے مصر تک جانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ اور کسے معلوم لیکن اگر خدا کا فضل شامل حال رہا تو شاید ہم بھی کلکتہ تک پہنچ سکیں۔ وہاں میرے بہت سے کرمفرما ہیں۔ لیکن تم سے زیادہ مہربان شاید ہی کوئی ہو۔

مجھے پیارے ہندوستان کی اُن از یاد رفتہ اور دلفریب شہروں کا ایک خفیف سا خیال ہے۔ لیکن روانگی کا ابھی تک کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ تجسس مجھے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ میں اکثر خواب دیکھتی رہتی ہوں

اور جب کبھی خواب دیکھتی ہوں تو اے پیارے محبوب تمہاری صورت پیش نظر ہوتی ہی۔ اور مجھے معلوم ہوتا ہی کہ تم دوبارہ جملہ فنون ریزہ افسانوں کو جو کہ صنعت۔ فطرت۔ قدامت اور اعجاز سے اس قدر حیرت انگیز اور پیچیدہ طریقہ میں مخلوط ہیں۔ بیان کر رہے ہو۔ یکایک میں کیا دیکھتی ہوں کہ شاندار اور زرق برق جلوس۔ شعاع ریز شوکت کے ساتھ میرے سامنے سے گزر رہے ہیں۔ تصور میں تمام چمک۔ دمک۔ شان وشکوہ۔ فضائے ارغوانی سبزہ زار۔ جن کی بابت اکثر تم کہا کرتے تھے دیکھتی ہوں۔ اور آخر کار اُس ساعتِ سعید کی بابت خیال کرنے لگتی ہوں جس کی کشش مجھے تمہاری طرف لیے جا رہی ہی۔ کیوں نہ ہو۔ میں نوعمر ہوں اور آزاد بھی۔ اور یہہ پہلا موقع ہی کہ میں آزادی کی قدر کر رہی ہوں۔ اس نے مجھے اس قابل بنا دیا ہی کہ بجائے اس کے کہ میں واقعات سے مغلوب ہوں۔ واقعات پر خود غالب آگئی ہوں۔ اور یہ کوئی تسلی بخش نہیں۔ اور یہاں کیا تم مجھ سے مل کر خوش بھی ہوگے۔ ؟

تمہاری طالب دیدار

ایم۔ پی۔

۳

جوابِ خط

پشاور - پی — ۱۸ -

میری پیاری حسینہ

میں نے انتہائی مسرت کے ساتھ تمہارا وہ آخری نامۂ محبت پڑھا جس میں تم نے ہندوستان آنے کا وعدۂ موہوم کیا ہے۔ تم نہیں جان سکتیں اور یہ خوب جانتی ہو کہ تم نہ جانو کہ بار دگر تمہارے حصولِ دیدار سے مجھے کس قدر مسرت ہو سکتی ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ تمہیں یہاں اپنے آنے کا افسوس نہ ہوگا۔ کیونکہ اس ملک میں قابلِ دید نظارے ہیں۔ بہت سی ہستیاں اور بہت سے مقامات جاننے سے تعلق رکھتے ہیں۔ تم جانتی ہو کہ میں ایک سپاہی زادہ ہوں اور مجھے اپنے اس مشغلہ کے علاوہ بہت کم وقت ملتا ہے کہ میں شاعرانہ جذبات و تخیلات میں اپنے آپ کو وقف کر دوں

تاہم مجھے اُس قوم کے حسیات اور روایات مرتعش بنا دیتے ہیں جو کہ مختلف عقائد کے لحاظ سے صراط مستقیم پر چلتی ہو یا صراط غیر مستقیم پر۔ اور جو کہ صدیوں تک اپنی وضع کی پابندی کو ترک کرنا نہیں چاہتی۔ ہاں مجھے امید ہی کہ تم یہاں آکر اُسی اخلاقِ حسنہ اور الطافِ بے پایاں کا اظہار کروگی جو کہ مجھے اب تک یاد ہیں اور تمہارا دل ایک عام جذبۂ ہمدردی اور استقلال سے لبریز ہوگا۔ علاوہ ازیں تعصب کی خطرناک مصیبت سے بھی بے لوث۔ تعصب کسے کہتے ہیں۔ اسی کا دوسرا نام جہالت ہی۔ جس میں تمہارے بہت سے مشہور ہم وطن مبتلا ہیں۔ مجھے یہاں بہت سے انگریزوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہی جو کہ میرے مخلص اور مہربان ہیں اور اُن سے ربط و ضبط مجھے پسند ہی۔

اے میری محبوب ترین آرزو۔ میرے لیے یہ امر محال ہی کہ میں اُن مسرت سے معمور لمحات کا ذکر کروں جو کہ تمہاری جلوہ گاہِ ناز میں میرے لیے مخصوص کیے گئے تھے۔ تمہارا تصور یا جلوہ میرے دماغ میں اُسی طرح جاگزیں ہی جس طرح کہ میں نے بار اول انگلستان کے روشن مطلع میں تمہارے ساتھ نظارہ کرکے حاصل کیا تھا۔ نسیم تازہ اور مشک بیز تھی

اور موسمِ علمدار بہار۔ شاید تمہیں یاد ہو کہ تمہاری مہمان نواز اور مہربان چچی زاد بہن ہی کا طفیل تھا کہ مجھے اس ملک کے تمام رسم و رواج سے پہلی مرتبہ آگاہی ہوئی۔

میرا دل تمہارے لیے بیقرار رہا اور تمہارے تصور میں بارہا میرے تخیل نے مصروفِ پرواز۔ خدا کے لیے تم یہاں آؤ تاکہ میں تمہیں عجائباتِ مشرقی کے حسن اور اس کے رازِ سربستہ سے واقف کرکے اپنے لیے غیر محدود مسرت اور افتخار حاصل کروں۔

اے ایپہ ناز خاتون میں ہوں تمہارا دیرینہ عقیدت کیش

نانا صاحب

۳

جہاز۔ ایس پاٹ جاٹا

از بحیرۂ روم

میرے پیارے

دو ہفتہ ہوئے کہ ہم انگلستان سے روانہ ہو کر یہاں تک بخیریت

تمام ہو چکے ہیں۔ اب تک تمام وقت لطف سے گزرا ہے۔ فلک نیلگوں اور شفاف سمندر نے اوقات کو عجیب ہی دلفریب بنا دیا ہے۔ اور صرف یہاں آکر ہی جہازات کے حسن و حقیقت اور سمندر کے طلسم کو کوئی جان سکتا ہے۔

ہمارا جہاز جزیرہ کریٹ کے قریب سے گزر رہا ہے۔ جہاں سے میں تمہیں یہ چند سطور لکھ رہی ہوں۔ پانچ بجے کا وقت ہے۔ غروب آفتاب کا منظر۔ آسمان کو لاجوردی اور شفق گوں بنائے ہوئے ہے۔ شام کا بہترین اور پاکیزہ دھندلکا یونان کے پہاڑ کو ردائے سیمیں میں لپیٹے ہوئے ہے۔ ہوا اوریوں کا کام دیتی ہے۔ امواج ہمارے جہاز کو گھیرے ہوئے ہیں اور اپنی خمار آگیں ترنم ریزیوں سے میرے قلب و دماغ کو باعث فرحت ہیں کہ خود بخود میری آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور میں عالم خواب میں اس سرزمین کو دیکھتی ہوں اور میرے پیارے تمہیں بھی۔

کس قدر تیزی اور مسرت سے ہمارے لمحات گزر رہے ہیں۔ لگتا ہے گا یہ طائر بحری کی خلائے امواج میں غوطہ زنی اور اس کے

نقرئی بازوؤں کی پھڑپھڑاہٹ کے سوا اور کوئی شئے ہمارے اور آسمان کے درمیان حائل نہیں ہے۔ کاش میں شاعرہ ہوتی اور ان باتوں کو جامۂ الفاظ سے زینت دیکر قدر کرتی۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں کچھ نہیں کرسکتی۔ میری دعا ہے کہ میں لندن کبھی واپس نہ جاؤں یا یہ صرف ایک مبالغہ سمندر کی عطر باری اور اس وسیع قطع ارض کی کامل آزادی اور افق کی تنویر سے جو کہ گلابی اور زریں حاشیہ میں ڈوبے ہوئے ہیں پیدا ہوا ہے۔

اس وقت سنگاپور کا عزم ہے بعد ازاں برما ہوتے ہوئے ہندوستان پہونچیں گے۔ اس سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ ہم کتنے عرصہ کے بعد آپ سے مل سکیں گے۔

میں مناظر قدرت کے دیکھنے کے لیے بیچین ہوں جو کہ نئی دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہمارے لیے منتظر ہیں۔

یہ خط مصر سے بذریعۂ ڈاک روانہ کروں گی۔ ڈیوک کا ارادہ ہے کہ وہ قاہرہ جاکر اپنے گزشتہ سفر کی یاد کو تازہ کرے۔ مسٹر ڈریل جن سے تم واقف ہو وہاں کے معصوم مناظر کو دوبارہ دیکھنے کی خواہش

رکھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ہم وہاں کچھ روز قیام کریں۔ لیکن مجھے امید نہیں یہ تمام ناخیراتت مجھے مضطرب اور سیماب آسا بنائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ مصر کے شہر کتنے ہی دلفریب کیوں نہ ہوں۔

جہاز پر جتنے بھی تمہارے مشتاق ہیں۔ تمہاری خیر بیت کے طالب ہیں۔ اچھا رخصت!

تمہاری صادق محبوبہ

ایم۔ بی

۵

از کنڈی

سبلون

دوران سفر میں۔ میں نے آپ کو کئی خطوط لکھے۔ اور خاص طور پر مصر کے مخروطی میناروں کو دیکھ کر۔ لیکن یکے بعد دیگرے چاک کر دیے۔ محض اس غرض سے کہ وہ سمندر کو عبور کرتے ہوئے اپنا پیغام دنیا رے جادو دانی تک پہونچا دیں۔

ہم چند دن سے اس شاندار وسیع خلوت بار اور دلفریب مقام پر پہونچ گئے جہاں ہمارے قریب ہی ایک جھیل ہی جو کہ ردائے سیمیں کی طرح پھیلی ہوئی ہی اور چاروں طرف ہمارے فلک نما پہاڑیاں ہیں جو کہ برف کے نقرئی تاج سے مزین ہیں۔

کل ہم ایک جگہہ گئے تھے وہاں ہم نے اس قدر بلند درخت دیکھے کہ گویا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی جدت طراز شخص عالم خواب میں فردوس بریں تک پہونچنے کی کوشش کر رہا ہی۔ شام کو ہمارے اعزاز میں یہاں کے باشندوں نے ایک جلوس نکالا تھا۔ خوفناک اور مہیب صورتیں چاندنی رات میں مشعلیں لیکر ہمارے قریب سے گزریں۔ آہ وہ چاندنی رات جس کی بابت یہاں کے لوگوں کا خیال ہی کہ فرشتے آسمان سے اُتر کر سیر کیا کرتے ہیں۔

میں نے اب تک کوئی ایسی جگہہ نہیں دیکھی جو دنیا کے زہریلے اثر سے پاک ہو اور جہاں ایک شخص کچھ پاکیزہ خیالات اور نیک عقائد پیدا کرسکے۔ اس میں شک نہیں کہ اسی طرح اگر زمانہ بہ نظر امعان مطالعہ کرے تو یہ سب باتیں شعاعِ آفتاب کے سامنے شبنم کی طرح

بے حقیقت معلوم ہوں۔

لیڈی۔ سی۔ کہا کرتی ہیں کہ مجھے سیلون سے نفرت ہے۔ لیکن خدا جانے قسمت میں کیا لکھا ہے۔ اللہ اللہ غریب الوطن کن کن اوہام کے شکار ہوا کرتے ہیں۔ اگر یہہ حقیقت ہے تو میں اپنے مقصود خیالی کی تصویر اقلیم دل میں جواہرات حسن سے آراستہ کروں گی تاکہ کوئی طاقت اُس کی خوبصورتی کو نہ مٹا سکے۔

مجھے تمہارے خطوط کی تاخیر کا سخت افسوس ہے اور بسا اوقات بدگمان سی ہو جاتی ہوں۔ لیکن خیر بعض باتیں معرض تحریر میں نہ آئیں تو بہتر ہے۔ جس طرح سے کہ بلیغ الفاظ وہ ہی ہیں جو کہ لب تک نہ پہونچے اڈل۔

ہم کولمبو میں چند گھنٹوں کے سوا زیادہ نہ ٹھیرینگے اور آیندہ جو خطوط تحریر کروں گی وہ غالباً سنگاپور پہونچ کر۔

میں اس خیال سے بہت شاد ہوئی ہوں کہ دن بدن لمحات مجھے ہندوستان۔ اور میرے رفقائے دیرینہ کے قریب تر لیتے جا رہے ہیں۔

میرا اور صرف میرا اسلام شوق۔

میں ہوں تمہاری

صادق - ایم - بی -

۶

گورنمنٹ ہاؤس رنگون

برما

ہم چند ہفتے سے زمانہ کی بوقلموں نرالیوں میں پھنسے ہوئے ہیں - اچھا میں اب آنکھیں بند کرکے خاموش بیٹھی ہوں اور کوشش کروں گی کہ دماغ کے تصویرخانہ میں تمام نئی اور پرانی تصویروں کو ترتیب دلسکوں۔

آبنائے کے انتظامات نے ہمیں متحیر کر دیا ہے - جیسا کہ میں لکھ چکی ہوں - میرے خیال میں برما کے واقعات سے اس کا مشکل سے مقابلہ ہو سکتا ہے - میں نے آج تک ایسا کہیں نہیں دیکھا کہ کسی نے رنگہائے گوناگوں - وسیع ظلمات اور روشنی کی طویل شعاعوں کو یکساں سمجھا ہو

کل ہم برما والوں کے ایک میلے میں شریک ہوئے تھے - چونکہ

ان کے قدیمی بت خانہ میں منعقد ہوا کرتا ہے۔ وہاں ایک انبوہ کثیر تھا۔
وہ لوگ اِدھر اُدھر سورج مکھی کے پھولوں کی طرح بلا کسی انتشار کے
مصروفِ تماشا تھے۔ ہم نے بے شمار سیاہ خانقاہیں دیکھیں۔ جن میں
نور کے قمقمے روشن تھے اور صندل کی خوشبو سے معطر۔ بہت سے
طلائی اصنام دیکھے جو کہ چھتوں میں تراشے گئے تھے پیپل کے پاک اور
ساکن درختوں میں علم لہرا رہے تھے۔ اور اس سے بھی کہیں زیادہ
چیزیں ہیں جو کہ حیطۂ تحریر سے باہر ہیں۔ کیونکہ وہ سب اکرہ سحر میں
واقع ہیں۔

ہم نے یہاں ہزاروں مناظر دیکھے ہیں جو کہ زندگی میں کبھی نہیں
دیکھے تھے۔ میں نے آج تک غروبِ آفتاب۔ صبح و مسا اور متلاطم
سمندر کی طرح آنکھوں کو خیرہ کردینے والی روشنی کے ایسے مناظر نہیں
دیکھے۔ جیسے کہ یہاں ہیں مجھے خوف ہے کہ ہندوستان کا خیال دل
سے محو ہو جائے!

برما والے انگریزوں سے بہت ہی مانوس ہیں۔ اور یہ کوئی
تعجب کی بات نہیں۔ وہ بہت زیادہ بشاش رہتے ہیں۔ اُن کی آنکھ

مجبور اور دل عقیدت سے لبریز ہیں۔

یہ ملک تاریخ اقوام میں سبز زار بچے کی مانند ہے۔ زمانہ کی دستبرد سے اب تک محفوظ ہے۔ کیا تم اسے منتشر خیال کرتے ہو۔ تو یہاں جا کر ان کے عیش و عشرت دیکھو اور ملاحظہ کرو کہ وہاں دن کس طرح گزرتے ہیں۔ آفتاب کس طرح طلوع ہوتا ہے۔ اور بت خانے اپنے سنہرے لباس میں کس طرح درخشاں ہیں۔ یہاں بے شمار مندر ہیں اور بہت خوب صورت اور اس مذہب کی یادگار ہیں جس کی اشاعت یہاں تک پہونچی ہے۔ اور وہ مذہب اس قدر فطری اور پاک ہے کہ اس میں شک نہیں کہ کوئی غیر اثر اس کو مٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

یہاں آکر تاڑ کے درختوں کے زیر سایہ دھوپ میں زندگی کی حقیقی مقصد کا پتہ چلتا ہے۔

جب کوئی شخص رنگوں کی گلیوں میں سے گزرتا ہے تو یہاں کے خط و خال اور حسن کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔

نامعلوم چیزوں کی کشش۔ دور حاضرہ کی شعریت اور باقی تمام چیزیں ایک قسم کی شعاع ہیں جو کہ آسمان سے قرض لی گئی ہیں۔ اور قلب

اطمینان سے مثل اُن جذبات کے لبریز ہو کہ جب وہ اپنی تمام تمناؤں کا احساس کرلے اور پھر اسے کسی چیز کی خواہش نہ رہے۔

غالباً تم میرے تمام جوش کو حماقت سے تعبیر کروگے۔لیکن یاد رہے کہ مجھ جیسی ہستی جس نے ایسے نادر راستوں اور حسین چیزوں کو نہ دیکھا ہو قابل معافی ہے

کل ہم دریا کے راستہ سے ماڈلے روانہ ہوجائیں گے جس کے بعد ہم صرف صحرا پر ایک سرسری نظر ڈال سکینگے۔

سلام شوق

تمہاری وابستۂ محبت

ایم۔بی۔

(۷)

گورنمنٹ بنگلہ۔

ماڈلے

ہمیں یہاں آئے ہوئے تین روز ہوئے اور ہماری خوب خاطر

و نو اضع کی گئی۔ ہمارے ہر چیز کے نظارہ کو نقابِ مسرت نے ملفوف
کر لیا ہے۔ انگریزوں کے یہاں مہمان نوازی کا مفہوم صرف دعوتِ طعام ہے
یہاں کے لوگ اس سے بے بہرہ ہیں اور نہ اسے جاننا چاہتے ہیں۔
غالباً یہی ناسپاسی ہے۔ لیکن یہاں کے باشندوں کا طرزِ معاشرت ہمارے
لیے زیادہ دلچسپ ہے اور ہم میں سے ہر ایک کی ناواقفیت قابلِ افسوس
ہے۔ اور لطف یہ کہ اگر کوئی اس موضوع کے متعلق واقفیت میں اضافہ
حاصل کرنا چاہے تو مخالفت کی جاتی ہے۔

ہم راجہ صاحب کی خاص اجازت سے اُن کے رنگ محل کی
سیر کر کے ابھی واپس آئے ہیں۔ بہت سے کمرے دیکھے جو کہ بلند۔ اور
شاندار وسیع و بے ترتیب تھے۔ دیواروں پر زرکار اطلس کے پردے
لٹکے ہوئے تھے جن میں خوشنما لیکن غیر موزوں اور مختلف اقسام کے
جواہرات ٹکے ہوئے تھے اور اُن پر زردوزی کی مہیب فضا دے رہی
ہوئی تھیں۔

خوفناک ناگ کے عنبریں نیلوفر کے پھولوں میں سے سر نکالے ہوئے
تھیں گھور رہے تھے اور بادِ سست رفتار میں اُس وقت تک ساکت

رہے جب تک اُن کی نظروں سے ہم غائب نہ ہوئے۔

ہم نے ابھی تک راجہ صاحب سے شرفِ ملاقات حاصل نہیں کیا
ہے۔ لیکن اُن کی بابت کچھ عجیب اور غیر خوشگوار فسانے مشہور ہیں۔ یہہ
سب لوگوں کی افترا پردازیاں اور اس قسم کی یاوہ گوئیاں قابلِ نفرت
ہیں جو کچھ سنا جائے وہی بغیر کسی تصرف کے بیان کر دیا جائے۔ یہی
فلسفۂ صداقت ہے گو یہ خود غرضی کا دوسرا پیرایہ ہے۔

ہم نے کل بہت سی عمارتوں کو دیکھا۔ ڈیوک صاحب۔ بہت
سے خدام سے مصروفِ تکلم رہے۔ لیکن ہم اِدھر اُدھر چھوٹے چھوٹے
بت خانوں کے دیکھنے میں مشغول رہے جو کہ جھیل کے کنارے پر کھڑے
ہوئے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا ہوا میں تیر رہے ہیں۔

مطلع کی خیرہ کرنے والی روشنی صنعتِ فطرت کو آشکارا کر رہی
ہے۔ یہاں کے باشندوں کی زندہ دلی کو دیکھ کر ہمارے تعجب کی انتہا
نہ رہی۔ یہہ قابلِ شکر ہے کہ مغربی سرد مہری ابھی تک اس قطعۂ ارض پر
اپنا تاریک اثر پھیلانے میں بیکار ثابت ہوئی ہے اور نہ یہاں کے مرد
اور عورتوں کے اطوار میں کوئی خاص تغیر پیدا کر سکی ہے۔

کل ہم وزیر اعظم کی لڑکی کی دعوت شادی میں مدعو کیے گئے ہیں۔ بعد ازاں ہم مانڈلے کو خیرباد کہیں گے۔

خاص بات جس سے ہم اس قدر متاثر ہوئے ہیں۔ وہ برطانوی اخلاق کا ایک غیر معمولی نمونہ ہے جس سے ہمیں یہاں سابقہ پڑا۔ حقیقتاً میں اندازہ نہیں کر سکتی کہ ایک ہی وقت اور ایک ہی جگہ میں بغض و عناد کس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔

یہاں ایک مختصر سا کلب ہے۔ جہاں تمام انگریز شام کو تفریحاً جمع ہوتے ہیں اور جن کی گفتگو کا ماحصل صرف دور ساغر ہی ہے۔ کھانے سے قبل اس قسم کی مختلف آوازیں مختلف سروں اور لہجوں میں سننے میں آتی ہیں۔

سیلون کے باشندوں کا اپنے بالوں کی ترتیب کا عجیب ہی طریقہ ہے۔

میں نے توپ خانہ کے ایک میجر سے دریافت کیا کہ وہ بالوں کو کیوں نہیں تراشتے۔ تو اس نے اپنی ٹیڑھی لیکن بے مدعا آنکھوں پہ عینک کو درست کر کے متانت کے ساتھ یہ جواب دیا کہ بالوں کے ترشوانے سے ان کا حسن زائل ہو جائے گا۔

ہم یہاں کی اس وسیع خلیج کا اندازہ نہیں کر سکتے جو کہ انگریزوں

اور ہندوستانیوں کے درمیان تفریق پیدا کر رہی ہے۔ اور نہ اُس پر اخلاق و محبت سے پُل بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ بات قابلِ رحم ہے کہ جہاں ہمدردی وصلح کے پھول شاداب ہوتے وہاں اقتدار و حکمرانی کی گھاس ہو رہی ہے۔ ہم مورد الزام بنے ہوئے ہیں۔ اور ہم میں صبر و استقلال کی بھی کمی ہے۔

ایک سول افسر کو جو کہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند مخلوق سمجھتا ہے یہ کہتے ہوئے سنا کہ "یہاں کے باشندے کم عقل ہیں۔ اگر وہ دماغ رکھتے ہوتے تو وہ یا تو ہماری ملازمت ہی کم کرتے یا قطعی ترک کر دیتے" کیا یہ خود غرضی اور تنگ خیالی کی بہترین مثال نہیں ہے۔

مجھے یقین ہے کہ ہم صداقت اور سخاوت سے جن کے ہم اس قدر مداح ہیں۔ قریب تر ہو جائیں۔ اگر ہم اس مسلمہ امر کو تسلیم کر لیں کہ فطرت انسانی بلاکسی امتیاز ملت و قوم تمام دنیا میں یکساں ہے۔

میرا اور صرف میرا پیام محبت

"بی"

۹

بنگلہ

ن

مانڈلے کو چھوڑے ہوئے ایک ہفتہ سے زیادہ ہوچکا - ہم خشکی کے رستے سے سفر کر رہے ہیں - ایک جگہہ ایک شخص مسمی جارج لارنیس کے مہمان ہیں جو کہ میرے متوفی شوہر کا دور کا رشتہ دار ہے

ہمیں اپنی جائے قیام بہت پسند ہے - یہہ ایک وسیع اور فرحت بار بنگلہ ہے - یہاں سے ایک چھوٹا سا سرسبز و شاداب برمی گاؤں نظر آتا ہے - یہ بنگلہ کچھ فاصلہ پر ہے - یہ ایسی سنسان اور سکوت بار جگہہ میں ہے کہ ایسا اِس عالم ہستی میں میسر آنا ناممکن ہے - درختوں - پرندوں اور گُل آسا خاموشی نے ہمیں اور بھی مسرور کر رکھا ہے - یہاں ہر ایک شے نادر ہے - نئی اور خوبصورت چیزیں ذروں اور ستاروں کی

طرح بے شمار ہیں۔

اس وقت موسم خوشگوار ہے اور اس لیے یہاں کی ضیا بار اور شوکت ریز صبحیں کسی قدر باعث راحت ہوتی ہیں اور خاص طور پر دوپہر کے وقت سکوت کامل۔ جب کہ کوئے بھی خاموش رہتے ہیں ہم شام کو کھانا کھانے کے بعد صحن میں بیٹھ جاتے ہیں۔ تاریک اور گھنے جنگل پر سایہ کو آتے اور جاتے دیکھتے رہتے ہیں۔ تاڑ کے درخت آسمان کے قدرتی منظر کی جانب سر اُٹھائے ہوئے کھڑے ہیں۔ اُس وقت آہ۔۔! اے متاعِ ناز محبوب! فوراً تمہارا خیال آجاتا ہے۔ کاش تم یہاں ہوتے اور "لالہ رُخ" کو پڑھ پڑھ کر سناتے جاتے۔ کیا تمہیں وہ واقعہ یاد ہے؟

جارج لارنیس ہمارے اِس جوش سے بہت متحیر ہوتے ہیں وہ یہاں غروب آفتاب اور بت خانوں کے مناظر دیکھتے ہیں کافی عمر گزار چکے ہیں۔ اب اُنہیں حسین مناظر دیکھنے کی بہ نسبت اپنے کھانے پینے کی زیادہ فکر ہے۔ چونکہ وہ اس ملک کا ہر پہلو سے مدت مدید سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس لیے یہ بات کوئی زیادہ قابل حیرت نہیں کہ

کہ کسی چیز کے حقیقی اور غیر حقیقی محاسن کے نقوش اُن کے دل سے مٹ چکے ہوں۔

بہرکیف جب شوق کی دلفریبیاں زائل ہو جاتی ہیں تو بجز اُس تاریک خیال کے جس کا نام بے غرضی ہے اور کیا رہ جاتا ہے۔

میں کل کچہری گیا تھا۔ وہاں تمام گاؤں والے جمع تھے۔ یہاں تک کہ بچے بھی۔ جو کہ زرد مخمل کی طرح معلوم ہوتے تھے۔ یہ سب عدالت کے مناظر کی جانب متوجہ تھے۔

برما والوں کو جنگ و جدل سے آئرلینڈ والوں کی طرح محبت ہے۔ اور اگر کسی روز کسی شخص کو نبرد آزمائی کا اتفاق نہ ہو تو وہ اپنے ہمسایہ کے حالات کو سن کر یا دیکھ کر اطمینان قلب ہی حاصل کر لیتا ہے۔

مجسٹریٹ کی جائے نشست لکڑی کی بنی ہوئی تھی اور چاروں طرف لوگوں کا ہجوم تھا۔ اور مجھے عدالت کی شان و شوکت کے خیال نے بہت ہی متاثر کر دیا تھا۔ کیونکہ مجسٹریٹ صاحب دنیا نوسی پائجامہ اور کوٹ پہنے ہوئے تھے اور گاہے گاہے نصیحت بھی کرتے جاتے تھے۔ زبان عدالت ایوان وزارت کی زبان سے کہیں مختلف تھی۔ پنکھے والا دروازہ پر بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا۔ وہ برمی

مصر جن کے سفید موزے اتر کر جوتوں میں آ پڑے تھے۔ نہایت ہی سنجیدہ اور مصروف معلوم ہوتا تھا۔ عدالت میں شہادت دینے والے کے قریب اگر کوئی شخص خفیف سی بھی آواز نکالتا تھا تو مصر صاحب کی پیشانی پر تحکمانہ شکن پڑ جاتی تھے ہم زبان نہ جاننے کے باعث مقدمہ کو نہ سمجھ سکے۔ لیکن ہم اُن کے زرد چہروں سے اُن کے مختلف اور تعجب خیز جذبات کا اندازہ کر لیتے تھے۔ کیونکہ وہ ہر لفظ کو غور سے سُن رہے تھے۔ اور پورے طور پر سننے کے لیے پنجوں کے بل کھڑے تھے۔ صحن سے باہر زمین تانبے کی طرح تپ رہی تھی۔ اور اُس سے باہر آفتاب کی طویل اور خاموش شعاعیں درختوں کے پتوں میں سے چھن رہی تھیں اور شاہ راہ کے ریت کو سرخ بنا رکھا تھا۔

ایک شخص کو متعجب ہونا چاہیے کہ کیوں ایسی غیر مشہور جگہ میں قتل جھگڑے۔ خانہ جنگیاں۔ حسد اور غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ غالباً اُن کی زندگی کا خمیر۔ فساد۔ غیر اطمینانی اور توہم سے مرکب ہو۔ جیسا کہ اکثر ہماری مغربی تہذیب میں بھی پایا جاتا ہو۔

ہم مسٹر لارینس کے ایک نتیجہ خیز لکچر سے جو کہ وہ صحن کے

پچھلے حصّہ میں ایک شخص کو سنار ہے تھے نہایت مخلوظ ہوئے۔ وہ شخص بہت ہی منطقی اور غمگین تھا۔ اور آخر میں گریہ و زاری کے ساتھ تائب ہوا۔

صاحب نے آخرکار اُس سے دروغ گو کی تشریح پوچھی۔ اُس نے آہستہ سے یہ جواب دیا کہ "اے حضور! دروغ گو وہ ہے جو عدالت میں شہادت دے"!

کل ہم ایک اور سیر کی خاطر یہاں سے کچھ فاصلہ پر ایک ڈاک بنگلہ میں جائیں گے۔ اس کے بعد ہمارا ارادہ ہندوستان جانے کا ہے۔ اور . . . .

مجھے امید ہے کہ تم کلکتہ کے پتہ سے مجھے خط لکھو گے۔ براہِ کرم اپنے انہماک اور اپنے متعلق بھی مجھے تحریر کروگے۔ ہمیں اُن باتوں سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے جو کہ ہمارے کسی دوست سے تعلق رکھتی ہوں۔

بس! خدا حافظ

۹

بنگلہ ....

کل شب ژالہ باری ہو رہی تھی - یہ طوفان نمونۂ قہر تھا لیکن آج ہماری روانگی کے وقت مطلع یکایک صاف ہوگیا۔ حقیقت میں یہ منظر دلکش تھا - لیکن برمی پیادوں کی زشت رفتاری نہ تو قابلِ قدر ہی اور نہ قابلِ ذکر - ہم سیدھے انناس کے باغوں میں سے گذرتے ہوئے اُس جگہہ پہونچے جہاں بدھ کے شکستہ و ریختہ نیم مجسمے عہدِ قدیم سے اب تک ایستادہ ہیں - بید کی بُنی ہوئی نشست پالکی کے ڈنڈوں سے علیحدہ ہوگئی - اس وجہ سے اور بھی حسنِ ملک کے دیکھنے کا موقع مل گیا - بعدازاں ہم زیادہ تر اُس ایک خوب صورت سڑک پر چلتے رہے جو کہ تراکم اشجار کے وسیع شامیانہ میں کچھ فاصلہ کے بعد گم ہو جاتی ہو - خاموش تاریکی اور نکہتِ گل ہمارے حواس پر اثر کر رہی تھی اور وہاں بیل گاڑی کی چوں چوں یا کتوں کے بھونکنے کے سوا اور کوئی آواز نہ سنائی دیتی تھی -

صبح کاذب کے بعد آفتاب نمودار ہوا۔ اور ناقابلِ برداشت گرمی پڑنے لگی۔ اور ہوا کی وہ خنکی آہستہ آہستہ یاد آنے لگی۔ جس کے ہم عادی ہو گئے تھے۔ اِس لیے اُس ڈاک بنگلہ کا نظارہ جو کہ سڑک کے کنارے ایک چھوٹے سے احاطہ میں واقع تھا۔ ہمارے لیے لیک سے زیادہ تھا۔ صحن میں غلیظ چوکیدار بیہوشی کی نیند سو رہا تھا۔ اور ایک لنڈوری مرغی مٹی کے ڈھیر میں کرید رہی تھی۔ جس کے پانچ۔ چھ۔ بے ترتیب چھوٹے پر نکل رہے تھے۔ اور چند غریب گاؤں والے دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے۔ ہماری آمد کو بہت سے لوگ اُن جھونپڑوں میں سے دیکھ رہے تھے جو کہ چند بلند درختوں کے سایہ میں بنے ہوئے تھے۔ اُن لوگوں نے ہمیں بہت ہی غور اور تعجب سے دیکھا۔ ایسے مقامات میں انگریزوں کے خاکی ٹوپ زیادہ حیرت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ دو سن رسیدہ عورتیں بندروں کی طرح ڈرتی ڈرتی ہمارے قریب آئیں۔ وہ ڈیوک کو آرام کرسی پہ لیٹے ہوئے دیکھ کر ایک خاص انداز سے مسکرا رہی تھیں۔ اور ڈیوک کی پیشانی کی شکنوں سے بے چینی کا اظہار ہو رہا تھا موریل نے اسے زیادہ محسوس نہیں کیا۔ اُس نے اپنے رنگ کے صندوق کو کھولا۔ اور اپنے چاروں طرف کسی منظر کو تصویر کھینچنے کے لیے تلاش کرتی رہی

ہم نے اُس فرصت کے وقت کو اُن مہمانوں سے ملنے میں صرف کیا جو کہ چست لباس پہنے ہوئے اور چرٹ پیتے ہوئے آتے تھے۔ کاہلی بہت ہی قابل شے ہی۔ میرا نہ تو کام کرنے اور نہ سیر کرنے کو جی چاہتا تھا۔ کیا میڈم ڈی اسٹیل کا یہ کہنا سچ نہیں ہی کہ اخلاق پر مختلف مقامات کے معاشرت کا ضرور اثر پڑتا ہی۔" میری رائے میں وہ قوم قابلِ معافی ہی اور اُس سے کسی قسم کی امید فضول ہی جو کہ اپنا وقت بیکار مشغلوں میں صرف کرتی ہو۔

میرے پاس ایک چھوٹا کتا تھا۔ اگر اُس سے کوئی یہہ پوچھتا کہ تو کام کرنا پسند کرتا ہی۔ یا مرجانا۔ تو وہ فوراً ہی فرضی طور پر مردہ ہوکر زمین پر لیٹ جاتا تھا۔ یہہ ہی ہم سب کی حالت ہی کہ بہ نسبت محنت کرنے کے مرجانے کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔

مجھے امید ہی کہ تم اپنے یہاں ایک خوشگوار موسم میں زندگی بسر کر رہے ہوگے۔

ورنہ مسٹر نی اسمتھ کا یہ مقولہ بہت صحیح ہی کہ اگر کوئی شخص

شخص ہوا کے جھونکوں کا پورا لطف اٹھانا چاہتا ہو تو اپنی کھال کھچوا لے اور ہڈیوں کے ڈھانچے میں بھس بھروا لے۔

قوم ہنشان کی ایک بہت خوب صورت لڑکی ہمارے واسطے پنکھے لائی تھی۔ اور صحن میں کھڑی ہوئی مسکراتی رہی اور ذرا بھی نہ شرمائی۔ درختوں کی پیچیدہ شاخوں میں سے چھن چھن کر پیدا کرنے والی آفتاب کی شعاعوں نے اس کے چہرہ کو خوب صورت اور اس کے رنگین لباس نے گویا تصویر بنا دیا تھا۔ وہ ایک ایسی حسین صورت معلوم ہوتی تھی جس میں مہ پاروں کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔ افسوس ہے کہ ہم میں سے کسی نے بھی کوئی بات نہ کی۔ ہمارے تمام اشارے و کنایے قطعی مغربی تھے۔ اس لیے ہمارے عدم تکلم نے ہماری دلچسپی کو خاک میں ملا دیا۔

حالانکہ منزل یہاں کی وضع۔ قطع اور نور و تاریکی کے جلد تبدیل ہونے والی مناظر کی رنگین تصویر بنانے میں ناکامیاب ہو کر بھی پست حوصلہ نہ ہوئی تھی۔ وہ اس لڑکی کو ایک مرکز اور اس کے چاروں طرف دھوپ کو ایک دائرہ فرض کر کے ایک تصویر کھینچنے والی تھی۔ لیکن ہماری مسترحم نگاہوں کی وجہ سے جو کہ اس کے چہرہ پر پڑ رہی تھیں

وہ بھی اپنے ارادہ سے باز رہی۔

ڈاک بنگلہ کے علاوہ جہاں مکھیوں اور ناپسندیدہ مہمانوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ میں اور بہت سی آیام وہ جگہوں میں رہ چکی ہوں تاہیں اس مقام کے چھوڑنے کا قطعی افسوس نہیں ہے۔ کیونکہ غروب آفتاب کے بعد ہم ایک شاندار اور وسیع آسمان کے نیچے خاموش اور اجنبی سڑکوں پر سے گزرنے والے ہیں۔ جہاں نسیم گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح نرم ہے۔ اچھا پیارے تھوڑی دیر کیلئے رخصت ہوتی ہوں۔

ایم ۔ پی

۱۰

گورنمنٹ ہاوس

کلکتہ

میرے پیارے!

قبل اس کے کہ میں بستر پر سونے کے ارادہ سے لیٹوں۔ میں زیادہ ضروری سمجھتی ہوں کہ آپ کے محبت آمیز استقبال اور

پھولوں کے حسین عطیہ کا شکریہ تحریر کروں۔

آج شام بہت مسرت سے گزری۔ حضور گورنر جنرل اور اُن کی بیگم صاحبہ ہم پر بہت مہربان تھیں اور ظاہرا طور پر ہم سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ لیکن یہ ہمارے جائے قیام ایک بارک کی طرح ہے۔ اور میرے نزدیک ہم جارج لارینیس کے بنگلہ میں جو کہ جنگل میں واقع ہے زیادہ مسرور تھے۔ خیر یہ غالباً ناشکر گزاری ہے۔

میرا بہت سے لوگوں سے یہاں تک کہ کونسل کے اعلیٰ ممبر سے لیکر نوجوان اور بہت چھوٹے عہدہ داروں تک سے تعارف کرایا گیا۔

کلکتہ کی چند خواتین کے آرائش لباس نے مجھے کسی قدر متحیر بنادیا اور میں یہ محسوس کرنے لگی۔ کہ ہم لندن سے کس قدر دور ہیں اس قسم کی صنعت اور وضع۔ قطع۔ آج تک میری نظر سے نہیں گزری۔

روسی صورت ڈیوک نے آج بہت زیادہ اظہار اخلاق کیا۔ اور ہمارے ہمراہ چہل قدمی کرتے ہوئے چھاؤنی تک چلے آئے۔ اور میں نے ایک نوجوان صاحب سپہ سالار کو دو تین عشوہ ساز اداؤں سے مسرور کیا۔

کل ہم بارک پور روانہ ہوں گے اور وہاں سے جہاں تک جلد ممکن ہو سکا ہم ملک کے بالائی حصّہ میں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ہماری طرف سے اشتیاق بسیار

۱۱

پندرہ روزہ خط

آپ کے الطاف و عنایات کا شکریہ وافر

ایک دن اور ایک شام کی یاد میرے قلب کو ہمیشہ مضطرب رکھیگی جس طرح سے کہ سرود سرمدی کسی کے کانوں میں ہر وقت گونجتی رہتی ہو

اے میرے مہماں نواز مخلص! میرا خیال ہی کہ ہمارے آنے سے تمہیں زیادہ تکلیف ہوئی ہی اور ہم اس قدر خوش ہیں کہ میری رائے میں شاید ہم یہاں سے جلد جانا پسند نہ کریں۔

ہندوستان کی دلفریبیوں۔ سحرکاریوں اور خاص طور پر اُس کے ایک فرزند نے ہمیں اپنا گرویدہ بنالیا۔

شاہانہ شان و شوکت۔ فراوانی مسرت اور رنگ و روشنی کی

عجائبات ریز کثرت نے ہمارے ان تمام گذشتہ لمحات میں ایک تغیر عظیم پیدا
کر دیا ہی۔

کیا آسمان سے ہمیشہ اسی طرح شان برستی ہی؟ اور کیا یہہ ملک برکتوں
اور طلوع آفتاب کی ضیا باریوں میں اسی طرح ملفوف رہتا ہی جس طرح کہ آج کے دن ہی؟
اگر ایسا ہی ہی تو آخر تک زندگی خوب گزرے گی۔

خدا حافظ۔ پیارے اور دلربا محبوب! میں یہ خط تمہیں چپراسی کے ہاتھ
علی الصباح بھیجوں گی۔

اس خیال سے مجھے کس قدر مسرت ہوتی ہی کہ ہم تم کل ملیں گے اور خدا
کرے ایسے دن بہت سے میسر ہوں۔

۱۳

دوشنبہ

پانچ بجے

میں اس [illegible] اور اس خط کا جو اس کے ساتھ بھیجا گیا تھا
[illegible] الفاظ میں شکریہ ادا کروں [illegible] قابل نہیں

ہوں۔ لیکن جی بھی نہیں چاہتا کہ میں اپنے آپ کو ایسی دلفریب چیز سے علیحدہ
رکھوں۔ اس وقت طلائی انگشتری کے زمردیں نگیں سے شوخ اور سبز شعاعیں
ادھر اُدھر منتشر ہو رہی ہیں۔

براہ کرم سنسکرت کے اُن قلمی خطوط کا میرے لیے ترجمہ کر دیجیے

آج شام کو جب ملاقات ہوگی میں آپ کا بہت ہی ملیح الفاظ میں شکریہ
ادا کروں گی جن کے اظہار سے خامہ عاجز ہے۔

میرا خیال ہے کہ آج آپ نے خوب شکار کھیلا ہو گا۔ اور میلوں کی تمنائے
شکار پوری ہو گئی ہو گی۔

مگر یہ آنکہ تم بہت ہی زیادہ ہوشیار اور ذکی الحس ہو۔ اس بات کے
اظہار کی جرأت نہیں کہ میں کس قدر مسرور اور تمہاری مرہونِ منت ہوں

مجھے میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایسی مسرت بخش چیزیں
میسر آئیں گی یا ایسے نئے تعجب انگیز خیالات نادر اور عجیب حیرت خیز خیالات مجھ پر مستولی
رہیں گے کسی جادوگر نے اپنے عصائے سحر سے ان تمام چیزوں کو ایسا
نمایاں کر دیا ہے۔ گویا عالم خواب میں پرواز کر رہے ہیں۔

میری آپ سے آج شام تک ملاقات نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ آرام کرنے کے بعد میں اہل وطن کو خطوط لکھنے میں مصروف رہوں گی۔

۱۳
ہفتہ وار خط

میرے محبوب!

میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ اور ہاں۔ کیوں ہونے لگی بھی۔ میں گزشتہ شب تلاطم جذبات سے مجبور ہو کر خاموش رہی نہ کہ قلت جذبات سے۔

پیارے محبوب مجھے تمہارا بہت ہی زیادہ خیال ہے۔ واقعات گزشتہ پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شروع ہی سے تم مجھے ہر شخص سے زیادہ عزیز ہو یہاں تک کہ اس مرحوم سے بھی زیادہ محبوب ہو جس کے لیے میری دوشیزگی وقف کر دی گئی تھی۔

حقیقتاً میں اس امر کے اعتراف سے کسی قدر پشیمان ہوں۔ اس خیال سے نہیں کہ مجھے تم سے نسبت ہے بلکہ صرف اس لیے کہ جان و دل سے کسی کے ہو رہنے ہی میں راحت و آرام مضمر ہیں۔ کسی کو اقلیم دل پر

حکمرانی کی اجازت دیدیا گویا دونوں کو تباہ کر دینا ہے تاہم یہ بھی کوئی بات نہیں۔

میں یہ چند سطور تمہیں عجلت میں لکھ رہی ہوں۔ کیونکہ سواری کے لیے گھوڑے آگئے ہیں۔ جب ہماری ملاقات ہوگی تو مجھے تم سے بہت کچھ کہنا ہے۔ لیکن شاید اس روز زیادہ مصروف رہوں گی اور تنہائی کا موقع مشکل سے مل سکیگا۔ اگر ایسا ہوا تو میں تمہیں بستر پہ جانے سے قبل ایک طویل خط لکھوں گی۔

میں ہمیشہ تمہاری ہوں اور تمہاری ہی رہوں گی۔

ایم۔ بی۔

۱۴

۱۲ بجے شب

عزیز ترین محبوب

[illegible] میں کا مجھے ڈر تھا۔ مہمانوں کی کثرت کے باعث میں تم سے گفتگو کرنے کے لیے ایک لمحہ بھی نہ نکال سکی مگر دی گرد و غبار اور

شور و غل سے تنگ آ گئی ہوں اور ہمارا بنگلہ سایہ دار برآمدہ ایک فردوس سکون معلوم ہوتا ہے۔

اسے دلربا اور ہوشیار دوست۔ گلاب کے پھولوں اور بنفشہ کا شکریہ وافر قبول ہو۔

تمہیں نہیں میں نہیں چاہتی کہ تمہاری توہین اور ملک کی بابت کوئی توہین آمیز لفظ سنوں۔ لیکن تم بہت ہی سریع الحس ہو۔ مجھے کوئی تعجب نہیں اور اگر میں متعصب ہوتی۔ تو تمہاری محبت کا اثر اب تک اس کو بالکل زائل کر دیتا۔ میں ایسی رکیک باتوں کو نہیں مانتی۔ صرف دماغی اور جسمانی خوبیوں کی قائل ہوں۔ خدا کے لیے ایسی شہا کانہ باتوں کا نہ تو تم خیال کیا کرو اور نہ تحریر کیا کرو جیسا کہ تم نے گزشتہ شب کہا تھا کہ یہ ناممکن ہے کہ ایک انگریزی خاتون ایک ہندوستانی مرد سے سچی محبت کر سکے۔ وہ کیوں نہیں کر سکتی؟ ہاں۔ [illegible] کیوں نہیں؟ میں اپنا دل تمہیں دینے میں فطرت کے کوسنے کا توں [illegible] کرتی ہوں؟ محبت تمام مخالفین کو شکار کر دیتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو [illegible] رہتا نہیں۔ تم اتنا موقع ہی کیوں دیتے ہو کہ دنیا والے میری۔ یا [illegible] چگوئیاں کر سکیں۔ یقیناً تم ہیں ان سب باتوں سے درگزر کرنے

کے لیے قوت دماغ اور شریفانہ خصوصیات کافی طور پر موجود ہیں۔

اپنی زندگی سنبھالنا اپنے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم اس پر عمل پیرا نہ ہوں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ہماری اخلاقی ہمت اور خودداری میں جو ایک شخص کی عزت کو برقرار رکھنے کے لیے لابدی ہیں۔ بہت زیادہ کمزوری اور کمی ہے۔

میں اپنی خود مالکہ ہوں۔ اپنی زندگی تمہارے سپرد کرونگی۔ تمہیں اختیار ہے جو جی چاہے کرو۔

ہماری شادی ہمارا ذاتی معاملہ ہے اور مجھے کامل یقین ہے کہ میرے ہم قوم بھی اس رشتہ کو عزت کی نگاہوں سے دیکھیں گے اوروں کی مجھے پرواہ نہیں۔

وہ ایام جن میں میری قسمت کا فیصلہ دوسروں نے کیا گزر چکے کاش اُن ایام گزشتہ کو میرے واسطے کوئی پھیر خرید دے۔ اب مجھے وہ موقع حاصل ہے کہ میں اپنی زندگی کو اپنے منشا کے مطابق بہترین طریقہ سے گزاروں لہذا اس لیے اپنی زندگی تمہارے قدموں پر ڈالے دیتی ہوں

میں پوری قوت کے ساتھ تمام مشکلات کا مقابلہ کرنے کو تیار رہوں گی
جو کہ حقیقتاً ایک بہت ہی پیچیدہ مسئلہ ہے۔ میں جانتی ہوں کہ میری مخالفت
پر بہت سے آمادہ ہوں گے۔ لیکن مذہبی رکاوٹ نہ ہوگی۔ اگر یہ باتیں
ہماری مسرت بسیار اور محبت صادق میں سدِ راہ ہوں تو یہ سب
ہیچ ہیں۔

میرے پیارے! میں کیا بتلاؤں کہ میری کیا آرزو ہے؟ میری
یہ صرف چرب زبانی ہی نہیں ہے۔ لیکن جب میں اپنے دل کی حالت کا
اندازہ کر کے تم سے کہنے کی تمنا رکھتی ہوں تو ہیجان جذبات سے میری
زبان بند ہو جاتی ہے۔ خدا کے لیے ہمارے تعلقات منقطع کرنے والی باتوں
کا ذکر نہ کیا کرو۔ کیونکہ ایسی بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں۔ مجھے
صرف یہ معلوم ہے کہ میں نے دُنیا کی عجیب چیز کو حاصل کر لیا ہے جس کا نام
مسرت ہے اور اے میرے پیارے اس کے لیے میں تمہاری رہین
منت ہوں۔ اس کو میں صرف اب محسوس کرنے لگی ہوں کہ تمہارے
انگلینڈ سے روانگی کے بعد میں دنیا میں تنہا رہ گئی اور تمہارا خیال
مجھے یوں ستاتا رہا۔ حالانکہ تم میرے خیالات کے مرکز سے دور ہو گئے۔

اور اس کی اصل وجہ مجھے اس وقت تک معلوم نہ تھی۔ اور آہ وہ کیا زمانہ تھا جب کہ میرے تخیلات و عزائم ساکن اور مجتمع تھے تمہارے منشا کے مطابق میں اپنے مستقبل کے متعلق کچھ نہ کہوں گی تاوقتیکہ تم بنظور سے واپس نہ آجاؤ۔

کیوں جا رہے ہو؟ کیا واقعی بہت اہم کام ہے۔

اچھا رخصت۔ تمہاری آخر دم تک محبت کرنے والی

ایم۔ بی۔

۱۵
ہفتہ وار خط

ہم نے تمہاری عدم موجودگی کو بہت محسوس کیا۔ آہ! یہ ساعتیں کس قدر طویل اور سنسان معلوم ہوتی ہیں۔

گزشتہ شب جنرل صاحب کے یہاں ایک شاندار دعوت میں ہم شریک ہوئے تھے۔ جنرل صاحب بہت ہی کم سخن اور اختصار پسند ہیں۔ حقیقتاً وہ اس قدر مردہ دل ہیں کہ اُن میں زندہ دلی کا نام بھی نہیں ہے اور وہ برف کے اس انبار کی طرح ہیں۔ جس کو دور کی ذہنی

روشنی لے نے چمکا کر دوسروں کو دھوکے میں ڈال دیا ہو۔

وہاں بہت آہستہ آہستہ دیر تک باتیں ہوتی رہیں لیکن میرے خیالات بار بار اُسی آواز پر تمہارے تجسس میں مصروفِ پرواز تھے۔

کس قدر افسوس ہو کہ تم یہاں نہیں ہو اور نہ ہم نے اپنی آمد کا اعلان عام طور پر کیا تھا۔ ایک لاطینی شاعر نے کیا خوب کہا ہو۔ کہ "جو کچھ ہمیں کرنا ہو وہ آج ہی کر لیں" اور یہ کس قدر حماقت اور ناشکر گزاری ہو اگر ہم خوش قسمتی کے اُن عطیات سے لطف اندوز نہ ہوں جو ہمیں عطا کیے گئے ہیں۔

بسا اوقات مجھے غلط فہمی سی ہو جاتی ہو کہ آیا تم مجھے اس قدر محبت کرتے ہو۔ جس قدر میں تمہیں کرتی ہوں۔ بالفرض اگر تمہیں ہوتی تو تم باوجود کسی امرِ اہم کے بھی اپنے دل میں اس قدر دور و دراز سفر کا ارادہ بھی نہ کرتے۔

اول تو کوئی بات ہی نہیں ہو۔ اور اگر ہو بھی تو میں زیادہ عرصہ تک تم سے چھپا نہیں سکتی ہوں۔ لیکن تم ابتدا سے محبت ہی میں مجھے اپنے ساتھ

سہنے کی مسرت سے محروم رکھتے ہو۔

مفارقت مجھے ہمیشہ موت کی طرح ظالم اور بے رحم معلوم ہوتی ہے۔ مجھے کامل یقین ہے کہ ہم تم دونوں کی رگوں میں محبت کا ایک ہی خون دوڑ رہا ہے۔

میں خوش ہوں کہ جمعرات سے ہم دور رہ جانے والے ہیں میں ان جدائی کے گھنٹوں کو گزارنے کی عبث کوشش کرتی ہوں۔ وہ پہلا سا جوش زائل ہوتا جاتا ہے۔ اب مجھے آفتاب اس قدر درخشاں دکھائی نہیں دیتا اور نہ ہی فلک مجھے پہلی کی طرح فسوں ریز اور روشن معلوم ہوتا ہے۔ کیا تم اس کی وجہ بتا سکتے ہو۔؟ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ حدتِ آفتاب تاریک طوفان کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔؟

مجھے یقین نہیں کہ اس خط کے پہنچتے ہی تم ضرور آجاؤ گے۔ اور کیا تم عذر کی بیہودہ افواہوں کو بے حقیقت سمجھ کر واپس نہ آؤ گے؟ آؤ ہم ان لمحوں کو اب زندگی کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ آؤ ہم اُن خوابوں کا خواب دیکھیں جو کہ محبت و مسرت کا ماحصل ہیں۔ پیارے خدا کے لیے جلد آؤ۔

۱۶

پنج روزہ خط

عزیز ترین - عرصہ سے تمہاری خیریت معلوم نہیں ہوئی - اور علاوہ ازیں افواہوں نے متردد بنا دیا ہے - اس کی بابت میں کیا یقین یا خیال کروں؟ اس سے قبل مسرتِ عظیم کی روشنی میرے دل کو منور کیے ہوئے تھی - لیکن اب اُس کی جگہ غم نے لے لی ہے جس سے میرا قلب لبریز ہے - میں بہت زیادہ مغموم ہوں اور بدگمانیاں ترقی پر ہیں - ہائے تم نے مجھے چھوڑنا کس طرح گوارا کیا؟ محبت صادق کی فسوں کاریوں کے علاوہ دنیا میں اور کیا دجو ہات ہو سکتے ہیں؟

اے تغافل شعار! تم اُس قیمتی وقت کو ضائع کر رہے ہو اور جس کا بہترین استعمال کسی دوسرے طریقہ سے ہو سکتا ہے اے دل کے مالک للہ جلد واپس آؤ - مجھے تم سے محبت ہے - ہاں مجھے تم سے محبت ہے - تمہاری موجودگی میری حیات کو انوارِ مسرت سے چمکا دیتی ہے - کیا یہ میری منت نا ئیاں مقبول نہیں ہیں؟

تمہارے اپنے وطن یا کسی دوسرے ملک والوں کے خیال کی تو ہمات سے کیا میں تمہیں زیادہ عزیز نہیں ہوں۔؟

میں انتہائے محبت سے اس بات کا دعوی کرتی ہوں کہ تمہاری زندگی میری زندگی ہے۔ ایک ایسا شخص جس کی زندگی ہماری زندگی سے مختلف ہے اور کوئی صنف نازک اس کی فریفتہ نہیں اگر وہ شخص تمہارا قائم مقام بنا دیا جائے تو کیا وہ میری پرستش نہ کریگا؟

میرے پیارے۔ وہ ایام جو کہ تمہارے ساتھ گزرے ہیں اب تک میری نظروں میں ایسے معلوم ہوتے ہیں جس طرح سے کہ طلائی زنجیر میں جواہرات جڑ دیے گئے ہوں۔ اور جب میں موجودہ حالت سے مقابلہ کرتی ہوں تو تنہائی کا غم مجھے دیوانہ بنا دیتا ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہونچی ہوں کہ تم نے بہت خلش پیدا کر کے مجھے غیر ضروری آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ اُف! کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے سوز دل سے قرطاس خط جل اُٹھے۔ میں تمہیں صرف یہ یاد دلانا چاہتی ہوں کہ تمہاری مسلسل غیر حاضری نے یہ دنیا میرے لیے غمکدہ بنا دی ہے۔

اور مجھے اس قابل نہیں رکھا کہ اس دنیا میں اب اور زندہ رہوں۔

خدا حافظ! یہہ وقت طلوع سحر کا ہی اور پرندا اپنے آشیانوں میں سے چہچہا رہے ہیں مجھے اس خیال سے نفرت پیدا ہوتی ہی کہ ان الفاظ کو تم تک پہونچنے کے قبل ایک طویل سفر طے کرنا پڑے گا۔ لیکن آخر کار تم تک پہونچ تو جائیں گے اور اس لحاظ سے یہہ الفاظ بہ نسبت اِن کی لکھنے والی کے زیادہ مسرور اور خوش قسمت ہیں۔

١٧

گورنمنٹ ہاؤس۔
کلکتہ

پیارے۔ تمہارے یہیں محبت نامجات کا شکریہ ادا کرتی ہوں میں تمہارے دلائل کی قائل نہیں۔ اور نہ کوئی اہم وجہ پہاڑ پر جانے کی میری سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن میں اُس وقت تک خاموش ہوں جب تک تم مفصل نہ لکھو۔

میں مدت مدید تک۔ یہاں تک کہ حشر تک تمہارا انتظار کر سکتی ہوں اگر تم پیارے وہاں مجھے ملنے کی اُمید دلاؤ۔

وحشت ناک افواہیں اُڑ رہی ہیں اور ہز ایکسیلینسی متفکر معلوم ہوتے ہیں۔ ہمیں ابھی تک قطعی طور پر کچھ بھی نہیں معلوم ہوا ہے۔ تاہم عام خیال خوشگوار نہیں ہے۔ خوفناک لفظ بغاوت کی گونج دور تک پہونچ گئی ہے۔ لیکن میرے خیال میں صحیح نہیں۔

میں جنگ سے اور خاص طور پر بے ترتیب لڑائی سے بہت زیادہ گھبراتی ہوں۔ میرے نزدیک وہ صلح۔ صلح نہیں جو عارضی ہو۔

میری جان! کاش تم سپاہی ہونے کے بجائے کچھ اور ہوتے مجھے مہیب توپوں سے بہت خوف معلوم ہوتا ہے اور صرف تمہاری وجہ سے تمام سپاہی مجھے عزیز ہیں۔

کل شام جب ہز ایکسی لینسی تمہاری سفاندار وفاداری کا ذکر کرتے تھے اُس وقت میرا دل سینہ میں دھڑک رہا تھا۔ اور جب انھیں معلوم ہوگا کہ تمہاری وفاداری یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ تم نے اپنی زوجیت کے لیے ایک انگریزی خاتون کو انتخاب کیا ہے تو وہ کیا

خیال کرینگے ۔ ؟

یہاں سامان تفریح بہت ہے لیکن میں اب بہت کم دلچسپی لیتی ہوں جب کوئی کسی کو محبت کرتا ہے تو وہ کس قدر اپنے خیالات میں ٹھکاسا ہو جاتا ہے ہر وقت تمہارا تصور پیش نظر ہے اور ہر وقت تمہارا خواب دیکھتی رہتی ہوں۔ انسان بساط عالم کے گوشہ پر کس قدر حقیر کھیل کھیلتا ہے کہ اُس کا بجز اس کے اور کچھ چارہ نہیں رہتا کہ جس کے ساتھ کھیل شروع کیا ہے۔ اُسی کے ساتھ کھیلے جائے۔

جان من! اُس مقام سے آجاؤ جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان حد فاصل ہے۔

۱۸

کلکتہ

میں نے تمہیں بہت سے خطوط لکھے تھے۔ لیکن سب چاک کر ڈالے کیونکہ مجھے شبہ ہے کہ جو کچھ میں تحریر کرتی ہوں وہ تم تک پہونچتا ہے یا نہیں۔

پیارے میں دنیا سے تنگ آگئی اور مجھے اپنی زندگی کاٹنا دوبھر ہوگئی ہے۔ ہر شخص کو تعجب ہے کہ ہم وطن کو واپس کیوں نہیں جاتے۔ باوجودیکہ

ہیں ممکن کے کام میں خصوصاً کم دلچسپی لیتی ہوں - میرے محبوب اگر ہم ابتدا ہی سے ان باتوں کا مقابلہ کرتے آرہے ہوتے تو لوگوں کا استعجاب اب تک ختم ہوگیا ہوتا - میری جان تم باہمت آدمی ہو - لیکن تم میں اتنی جرأت نہیں کہ نکتہ چینیوں کا مقابلہ کرو اور خاص طور پر ان اعتراضات کا جو کہ ہماری شادی کے متعلق ہوں -

پیارے - تم خود واقف ہو کہ میں تمہیں الزام نہیں دے سکتی ہوں اور نہ کوئی میرے دل میں ایسی بات ہو جو تمہیں معافی دینے سے مانع ہو - لیکن یہ زیادہ باہمت کام ہوتا اگر فوجوں کو چلا جانے دیتے اور تم میرے پاس قیام کرتے -

چونکہ تم نے میرے لبوں کو سی دیا ہے - اور اس لیے جب تک تم اجازت نہ دو میں کسی سے یہاں تک کہ نہ میلوزن سے کچھ کہہ سکتی ہوں -

مصیبت تو یہ ہے کہ تم اس سے واقف نہیں ہو - ہمارے تمام دوستوں سے اس کا مزاج مختلف ہے وہ بہت زیادہ حلیم اور سلیم الطبع ہے - ذرا سی غلطی پر بھی اس کے احباب اس کی بہترین اوصاف کو نظر انداز کر دیتے ہیں لیکن وہ حقیقتاً شریف النفس ہے - اگر تم اس سے بیوی کی طرح واقف ہوتے تو تم اس کے دل و دماغ سے اندازہ کرتے

کہ وہ ہمارا کس قدر ہم آہنگ ہے اس لیے اُس کی مخالفت اور تعصب سے خوفزدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

تم اپنے مستقبل کی بابت کچھ بھی نہیں بتلاتے اور کیا اسی حالت میں رہنا پسند کرتے ہو۔؟ لیکن تم یہ بھی ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔

یہاں واقعات خوشگوار نہیں ہیں۔ نہر ایجنسی کی چین چین میرے قیاس المعلومات ہیں۔ وہ ہمیشہ مراسلات کے لکھنے میں مشغول و مصروف رہتے ہیں۔

میں نے اُن کے ایک مصاحب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم خطرہ کے بہت ہی قریب ہیں۔

پیارے مجھے تم پر اور صرف تم پر بھروسہ ہے۔ آہ! اگر یقیناً میری طرح تم نصف بھی پروا کرتے تو تم ضرور اب تک میرے ہو گئے ہوتے۔

پیارے۔ مایوسی مجھ پر طاری ہے۔ شکوک نے اس طرح میرے دل پر قبضہ کر لیا ہے۔ جس طرح کہ خودرو گھاس ایک باغ پر۔ تمہارے خط سے ناامیدی ٹپکتی ہے اور تمہارے دل سے میری محبت روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ واقعات اور تمہارے ملک کے باشندے تمہیں مجھ سے زیادہ عزیز

ہاں۔

پیارے نہ تو مجھے تم سے شکوہ ہے اور نہ بدگمانی۔ میں تمہارے تخیلات کو اچھی طرح سمجھتی اور قدر کرتی ہوں۔ حالانکہ دنیا کے نزدیک یہ بیوقوفانہ اور مجنونانہ ہیں اور نہ مجھے اس کا پورے طور پر احساس ہے کہ ان پر عمل کرنے ہی میں شرافت اور اصلیت پنہاں ہے۔ اور کسی حد تک تمہاری نوجوانی کے احساسات کا نقطۂ نظر اور جیسا کہ تم کہا کرتے ہو کہ گمشدہ مقاصد کی تلاش ہی شریفانہ فعل ہے۔ لیکن پیارے کیا اس کے لیے یہی موزوں ہے؟ شاید تم مجھے خود غرض سمجھو۔ لیکن میں ایک عورت ہوں اور مبتلائے محبت عورت۔ دنیا والوں کو بکنے دو۔ کیونکہ مجھ غمگین اور حقیر ہستی کے پاس فردوس بریں تقریباً ملتی ہوئی محبت جیسی عالی اور معصوم چیز ہے ہماری محبت دنیا کی تمام چیزوں سے نادر اور غیر متشابہ ہے اور وہ معمولی جذبات سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ ہے۔ کیا قدرت نے یہ چیزیں عبث عطا کی ہیں؟

میری جان۔ واپس آجاؤ۔ ہاں واپس آجاؤ۔ میں صرف تمہارے لیے زندہ ہوں۔ اور ہمیشہ تک تمہاری یاد میں زندہ رہوں گی۔

تمہارا یہ فرض ہی کہ تم میرے پاس رہو نہ کہ اُن دور و دراز اور وسیع میدانوں میں جہاں بیماری اور موت سایہ پھیلائے ہوئے ہیں۔

تسلیم خدا حافظ

خدا کی قسم۔ ہمیشہ تمہاری ہوں اور تمہاری رہونگی۔

۱۹

دوروزہ خط

گرمی زیادہ پڑنے لگی ہی۔ مجھے خفیف حرارت سی ہو جاتی ہی۔ اور طبیعت اداس رہتی ہی۔ ہمارا ارادہ ہی کہ ہم بغرض تفریح ساحل سمندر تک جائیں اور جلد واپس آجائیں۔ تمہاری خیریت کے جلد نہ معلوم ہونے کی وجہ سے دل بیٹھا جاتا ہی۔ کیا ہم تم صرف جدا ہونے کے لیے ہی ملے تھے؟ جب میں اپنی طویل تنہائی کے منظر اور افسردہ زمانہ پر نظر ڈالتی ہوں تو میں محسوس کرتی ہوں کہ میں کسی طرح بھی اس سزا کی مستحق نہ تھی۔ لیکن آہ بیرحمی کا یہ مہذب طریقہ خوب ہی۔

جنگ ہوگی یا نہیں؟ خدا کے لیے اس کی بابت مجھے لکھو۔

پیارے میری جان آج کل تم اپنے خطوں میں غیر معمولی اختصار سے
کام لیتے ہو۔ کیا تم مجھ سے اُکتا گئے ہو؟ اور کیا تمہاری موجودہ زندگی کے
غیر یقینی تغیرات نے تمہارے دل سے تمام تعلقات اور واقعات کو محو
کر دیا ہے۔ واقعی اگر ایسا ہے تو میں خوب سمجھتی ہوں۔ اور اس لیے تمہیں معاف کرتی
ہوں۔ لیکن پیارے میں ملتجی ہوں کہ تم اُس عورت کو فراموش نہ کرنا جس کی
محبت غیر مختتم ہے۔ خدا سے اور بشر سے وہ صرف اس بات کی خواستگار ہے
کہ تم بھی اُسے اُسی کی طرح محبت کرو۔

تا اختتام حیات وہ تمہاری رہے گی

میرے پیارے تمہاری محبت بھری تحریر کا ہزار ہزار شکریہ میں
واقف ہوں اور جانتی ہوں کہ تمہارے وقت اور توجہ پر مصروفیت کا کس قدر
بار ہے اور ایسی حالت میں خط لکھنا بہت زیادہ دشوار ہے۔ میں شاکی نہیں ہوں
بلکہ خوش ہوں اور ہاں بہت زیادہ خوش ہوں صرف اس لیے کہ مجھے تمہارے دل و دماغ پر

مجھے معلوم ہے لیکن آج کل جینا دشوار ہو۔ تم نے میرے لبوں پر مہرِ خاموشی لگا دی ہے کیونکہ میں کسی وجہ سے بھی اس عجیب تعلق کا اظہار نہیں کر سکتی ہوں اور جو ہندوستان سے وابستہ کیے ہوئے ہو۔ روزانہ حالت نازک ہوتی جاتی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ اس حالت کے تماشائی دل ہی دل میں خوش ہو رہے ہیں اور وہ اپنے ان ہم سفروں کی طرح ہیں جنہوں نے اس سفر میں میری اور تمہاری شرکت خاص کو نہ تو دیکھا اور نہ کبھی شدید خوش قسمتی سے اس ملک کے باشندوں کے جذبات کی امید اور دہشت ناک خبروں نے جو کہ ہر ساعت یہاں پہنچ رہی ہیں ہر ایک کو مصروف کر رکھا ہے لیکن مجھے ان سے کچھ تعلق نہیں اور میں تو صرف تمہاری سلامتی اور جلد تر واپسی کی دعائیں مانگا کرتی ہوں۔

بیوی! میں کے درست نہ ہونے کی بابت تمہارے خطوط سے معلوم کر کے تشویش ہوتی ہے کیا ہم بہت سختی سے کام کر رہے ہیں؟

اگر ایسا ہے تو یہ [illegible] ہم تمام افواہوں کو مدنظر رکھتے ہوئے [illegible] احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔

گزشتہ شب ایک مختصر سی محفلِ رقص منعقد کی گئی تھی۔ اس میں شریک بھی وہی لوگ تھے اور قریب قریب ایک ہی قسم کی خرافات باتیں تھیں صرف ایک کمی تھی جو کسی کے دل سے کوئی پوچھے۔

خدا حافظ میرے پیارے۔

میں نے تمہارے آخری خط کو مکرر سہ کرر پڑھا۔ بلاشبہ تم کسی حد تک صحیح ہو۔ میں اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ میرے پیارے! یہ بے وفائی نہیں بلکہ میری بزدلی ہو گی۔ اگر میں تمہارے عزم سے تمہیں منحرف کرنے کی کوشش کروں۔ لیکن۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں تمہارے اُن عمدہ جذبات کی قدر کرنے میں کمی کرتی ہوں۔ چونکہ صرف میرے سنانے کے لیے اختیار کیے گئے ہیں۔ لیکن میرے اور صرف اسے میرے محبوب! میں ایک عورت ہوں اور خودغرضی میری فطرت میں داخل ہے۔ تم مجھے بہت زیادہ عزیز ہو۔ اور مجھے کامل یقین ہے کہ کراماً کاتبین بھی میرے اُن خواہشات اور معاملات کی بابت جن کی میں تم سے خواستگار ہوں۔ میرے نامۂ اعمال میں بطورِ عصیاں کے کچھ بھی درج نہ کریں گے۔

میں بہت ہی مضمحل اور پریشان خاطر ہوں۔ میرا کسی لیفٹیننٹ چونکہ

تمہارے معتقد اور بڑے مداح ہیں۔ کل شام فرماتے تھے کہ ہم سے تعلقات منقطع کرنے کے بارہ میں تمہاری نسبت بے بنیاد افواہیں گرم ہیں۔ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ اس استفسار کی معافی چاہتی ہوں مجھے تمہاری محبت پر بھروسہ ہے۔ اس لیے تم کبھی بھی بھرے اہلِ ملک کی مصیبت کے وقت اُن سے علیحدہ ہونے کا خیال بھی نہ کرو گے۔

اور اگر اس پر بھی تمہیں سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ ہو کہ تم ہم سے تعلقات ترک کر دو۔ تو پھر میں تمہارا ساتھ کیوں نہ دوں۔ اور تمہارے فیصلہ پر کوئی اعتراض کروں۔ بس تمہارا اشارا چاہیے اور پھر کوئی چیز مجھے تمہارے ساتھ جانے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ تمہارا تصور ہمیشہ پیش نظر ہے تمہیں خالق کونین کا اور بھرا واسطہ۔ اگر تمہیں انگریزوں پر اعتماد نہ رہے تو تمہیں ایک ہستی پر ضرور بھروسہ رکھنا چاہیئے جو ہر وقت مصیبت و مسرت میں صرف تمہاری ہے۔

۲۱

قاصد کی روانگی سے قبل چند سطور اور تحریر کرتی ہوں۔

اے میرے سرمایۂ ناز ...... میں تم سے ملتجی ہوں کہ تم مجھے مایوس نہ کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ انقلاب زمانہ اور ضمیر کے شکوک تمہیں جواب خط سے باز رکھیں۔

میری عفیف نسائیت کے تحت ہی اور صرف تم ہی ایک جلوہ خاص ہو اور صرف اس خیال نے کہ تم میرے ہم قوم نہیں ہو تمہیں اور بھی زیادہ محبوب بنا دیا ہے اور میرے دل کی صرف یہی خواہش ہے کہ تم پہ ظاہر کر دوں کہ میری محبت کس قدر گہری ہے اور اس پہ کسی تبدیلی کا اثر نہیں پڑ سکتا۔ بجز اس کے کہ یہ عزم محبت اور بھی راسخ اور مستحکم ہو۔ اگر مستقبل تاریک بھی ہو اور غم و الم سے لبریز۔ لیکن مجھے اس کی قطعی فکر نہ ہوگی بلکہ جس کا کہ میں اب اقرار زبان سے کرتی ہوں اس وقت اُسے اپنے عمل سے ثابت کروں گی۔

کوئی افتاد کیوں نہ پڑے میں تیار ہوں۔ اگر تمہاری قسمت میں تحسین و آفریں ہیں تو میں ان سے شادکام ہوں گی اور اگر اس کے خلاف ہے تو میں تمہاری شریک حال۔ سوائے اس کے میری اور کوئی خواہش نہیں کہ زمانہ ہم کو باہم یکجا کر دے۔ یاد رکھو کہ بعض پودے

ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہ خوشبو میں کسی طرح کم نہیں ہوتے۔ لیکن عزرا کی بہ نسبت ایک ویران زمین میں بہت زیادہ بالیدہ اور خوشبودار ہو جاتے ہیں۔

تمہاری

ایم

۲۳

پندرہ روزہ خط

مجتی۔ وحشت ناک افواہیں مجھ تک پہونچ رہی ہیں۔ میں بہت زیادہ مغموم اور مضمحل ہوں۔

کل ہز اکسی لینسی کے سامنے جب تمہارا نام لیا گیا۔ تو وہ بہت برہم ہوئے۔ پیارے مجھے اپنے پاس بلا لو۔ تم تمام میرے خیالات اور زندگی کے مالک ہو۔ اب میں زیادہ عرصہ تک تم سے جدا رہنا گوارا نہیں کر سکتی۔ میں بہت ہی بدبخت ہوں۔ اگر تمہیں صرف اتنا معلوم ہو جائے کہ میں روزانہ ہر لمحہ کس کرب و بیچینی سے

گزارتی ہوں تو شاید تم مجھ سے اظہار ہمدردی کرو۔ میں اپنی شہرت وطن اور تمام امیدوں کو خیرباد کہنے کو تیار رہوں اگر یہ معلوم ہوجائے کہ میری باقی ماندہ زندگی تمہارے ساتھ بسر ہوگی۔ اگر اسی حالت میں رہی تو میری زندگی کا خاتمہ ہوجائیگا۔ اور اگر تمہارے ساتھ رہی تو میں نئی زندگی حاصل کرلوں گی۔

میں یہ چند سطور ایک خاص قاصد کے ذریعہ سے بھیج رہی ہوں۔ میرے اور صرف میرے پیارے۔ بواپسی ڈاک جلد جواب دو کہ آیا میں تمہارے پاس فوراً چلی آؤں میں اس طرح زندہ نہیں رہ سکتی اور وطن پہونچ کر بھی مجھ میں گزشتہ جذبات عود نہیں کرسکتے۔

تم اسے مقسوم کے نام سے موسوم کر دیا اور کسی نام سے لیکن میری زندگی ابد الآباد تک تمہاری زندگی کے ساتھ وابستہ کردی گئی ہے۔ خواہ مستقبل سے ہمیں فائدہ پہونچے یا نقصان۔ خواہ تحسین ہو یا تضحیک۔ لیکن ہم تم شریک رہیں گے تا اختتام حیات تمہارے اہل وطن میرے اہل وطن ہوں گے۔ اور تمہارا خدا میرا

خدا۔

میرے چہیتے

تمہاری۔

۲۳

جواب نامہ

میری حسین خاتون!

تمہارا محبت نامہ جو کہ طائر فردوس کے پر کے قلم سے لکھا ہوا تھا پہنچا۔ اور الفاظ کے الطاف و کرم نے مجھے بہت متاثر کیا۔

میں خود بھی تمہاری طرح گزشتہ چند ہفتے سے بوجہ وحشت زدہ شکوک اور خوف کے جس کے اظہار کی میں نے کبھی جرأت نہیں کی پریشان خاطر رہا

اے دلربا اور فخر خواتین! آہ!! میں تم سے اس وقت

علیحدہ ہوا جب کہ تم میری زندگی کو خوبصورتی کے ایک ماددیچھول میں تبدیل کر چکے تھیں وہاں جاماشا بد اپنی غلطی سے اپنا فرض سمجھتا رہا۔ اور اپنے کیے پر اب بھی عرصے سے دل عجیب اور درد افزا بدگمانیوں سے لبریز ہو گیا ہے۔

تم بخوبی واقف ہو کہ میں نے ہمیشہ تمہارے اہل وطن کو ساتھ دیا ہے اور اب بھی آخر دم تک اسے نباہنے کا ارادہ ہے اُن کا عدل۔ اُن کی روشن خیالی اور اُن کی آزادمنشی کی صدائے بازگشت نے میرے دل سے جواب حاصل کیا ہے۔ لیکن اب بہ پہلا موقع ہے کہ میں اُن کے خصائل اور حکمت عملی پر اعتراض کر رہا ہوں۔ میں تفصیل سے تمہارے دماغ کو پراگندہ کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ تم اپنی عورانہ خوبیوں کی وجہ سے میرے اور میری لغزشوں کے لیے دل کو کڑھاؤ گی۔ دوسروں کو بُرا کہنے دو۔ کیونکہ وہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اے سرمایۂ راحت! طویل اور غیر منفصل کشاکش کے بعد مجھے اچھی طرح معلوم ہوا ہے کہ میرے مستقبل کا فیصلہ کر دیا گیا اور تقدیر کا حکم

نافذ ہو چکا ہے۔ یہ خیالات یکایک پیدا نہیں ہوئے بلکہ رفتہ رفتہ ترقی کرتے رہے ہیں شاید اس سے قبل میں اس نتیجہ پر نہ پہنچتا لیکن اب تو بلاشبہ یہ نازک وقت قریب تر ہے۔

تمہیں معلوم ہے کہ ہم مشرق کے رہنے والے زندگی کو بہت ہی حقیر سمجھتے ہیں۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ صرف اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈال دوں لیکن میں تمہارے ساتھ ایسا ہونا پسند نہیں کرتا ہوں۔ اس لیے ملک کی عزت کی خاطر اب اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ کہ تم سے علیحدہ ہو جاؤں۔

حالانکہ میں اسے محسوس کرتا ہوں۔ لیکن میں حریص نہیں ہوں اگر ایسا ہوتا تو میں بجائے تمہاری محبت کے شاندار اور اکمل عطیہ کے ان چیزوں سے مطمئن ہو چکا ہوتا۔ میں صرف یہ اس وجہ سے کر رہا ہوں کہ میرے ملک کو میری ضرورت ہے۔ انگریز مجھے غدار اور ایک دیوانہ کا خطاب دیں گے اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں ہے مجھے صرف اپنی قسمت کے فیصلہ پر صفا کر رہنا چاہیئے۔ مجھے وہ نادر جذبہ جیسے دنیا جذبہ

حب وطن کے نام سے پکارتی ہے مرتعش کیے ہوئے ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ زبردست کمزوروں کو ستا رہے ہیں۔ اس لیے مجھے کمزوروں کی حمایت میں لڑنا چاہیے۔ مجھے معلوم ہے کہ تاریکی تمام ملک پر چھائی ہوئی ہے۔ لیکن پھر بھی طلوع سحر کے آثار پائے جاتے ہیں۔

اے شریف اور نیک دل خاتون! میں اپنی قسمت کے فیصلے سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ خواہ تم اور تمہاری محبت مجھ سے چھوٹ جائے۔

اگر میں اس وقت تمہارا کہنا مان لوں تو میں اُسے جذبۂ خالص سے جو کہ میرے دل میں اس وقت موجزن ہے محروم ہو جاؤں گا۔

شاید تمہیں میرے خیالات اور مطمح نظر مہمل سا معلوم ہوتا ہو لیکن میں امید پر قائم ہوں کہ شاید میرے مرنے کے ایک عرصۂ دراز کے بعد میری قربانی کا معمولی تخم زمانہ کے ہاتھوں سے پرورش پا کر ایک ایسا اچھا پھول پیدا کرے۔

ان خیالات کی وجہ سے میں ارادتاً اپنے احباب قریبی سے قطع تعلق کر رہا ہوں۔ اے میری محبوبہ۔ اور اے میری ملکہ! کیا تم اپنے تصورات میں میرے خیال سے باز رہو گی؟ تم میں وہ نفیس خصوصیات موجود ہیں جن کے ذریعہ سے تم صراطِ مستقیم اختیار کر سکتی ہو۔ حالانکہ دوسرے ایسا نہیں کر سکتے۔

علاوہ میرے اگر کوئی میرے جذبات کو سمجھ سکتا ہے اور ان تاثرات سے جو کہ مجھ میں پیدا ہو رہے ہیں چشم پوشی کر سکتا ہے۔ تو وہ اے مہربان خاتون صرف تم ہی ہو۔ پیاری خاتون! میں محسوس کر رہا ہوں کہ میں نے تم سے مل کر اُن تمام ارفع و اعلیٰ جذبات کو حاصل کر لیا ہے جو کہ محبت اور زندگی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور باتوں کی مجھے پرواہ نہیں۔

تم میرے لیے دونوں جہان سے زیادہ عزیز ہو۔ لیکن مجھے شک ہے کہ شاید میں تمہاری محبت و عنایت کا کوئی معاوضہ نہ دے سکوں گا۔ اور میں اُس چیز کا وعدہ کرنا نہیں چاہتا جس کے ایفا میں ناکام رہوں۔ ایسا خیال کرنے میں اگرچہ میں اپنے اور شاید تمہارے دل کو مجروح کر رہا ہوں۔ لیکن میں اپنی قوم اور اُس کی روایات کا وفادار ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ وہ جذبہ ہے کہ جس کے سمجھنے کی اگر تم نے پوری طرح کوشش کی تو تم نہ تو مجھے الزام دو گی اور نہ مجھے حقارت سے دیکھو گی۔ اگر میری یہ صاف دلی تمہاری نگاہوں میں معیوب ہے۔ تو اے خاتون میں حقیقت میں بہت بڑی سزا کے قابل ہوں جو کہ میرے خیال سے بھی باہر ہے۔

میں نے اپنے صادق جذبات کو تجزیہ کر کے تمہارے سامنے رکھ دیا ہے

کیا میں نے غلطی کی؟

میں تمہیں محبت کرتا تھا اور اب بھی میری محبت غیر محدود ہے۔ دنیا کی ہر شے سے زیادہ۔ بلکہ اس سے بھی بالاتر۔ اور اس لیے تم سے ترک تعلقات کے یہ معنی ہیں کہ میں اپنی زندگی کو ناقابل برداشت بنا رہا ہوں۔

مجھے تم سے اس قدر محبت ہے کہ آج تک کسی سے نہیں ہوئی اور نہ کوئی دوسرا اتنی محبت کر سکتا ہے۔ اور جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ میں تم سے ہر حالت میں ادنیٰ ہوں اور تم اس پر بھی مجھ پر عنایت کرتی ہو تو میں کھو سا جاتا ہوں۔

تمہیں جاننے سے قبل میری پیاری زندگی مختلف اقسام کی دلچسپیوں سے معمور تھی۔ میں ایک لاپروا نوجوان کی طرح مسرور لیکن ایک ایسے روح میں تھا۔ نہ تو کبھی میں اپنے نقصانات کا خیال کیا۔ کیونکہ میں جانتا ہی نہ تھا اور اس زمانہ میں جبکہ میری زندگی کے دن مسرتوں اور رنگینیوں سے لبریز تھے نہ تو مجھے کوئی تمنا تھی اور نہ کوئی غم۔ لیکن ہاں اس وقت جبکہ انگلستان میں ایک حسین۔ ملیح اور دلربا خاتون سے جس کے سینہ پر بنفشئی پھولوں کا ایک چھوٹا سا گلدستہ مزین تھا۔ میری آنکھیں دوچار ہوئیں تمام دنیا مجھے بدلی ہوئی اور غیر مادی رنگوں سے نیا لمداد معلوم ہوتی تھی حالانکہ اس کی بابت میں خیال کرنے کی جرأت بھی نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ قوم و ملت کی دیوار حائل تھی۔ لیکن تاہم میں دیوتاؤں کی طرح خوش رہا۔

اس کے بعد غیر مختتم تاریکی اور مایوسی کا زمانہ آیا۔ ایسی تاریکی جو کہ ضیائے آفتاب کے باوجود بھی عروج پذیر تھی اور بعد ازاں فردوس بریں کے گلاب کے پھولوں کی شبنم میں تحلیل ہو گئی۔

میری پیاری کیا تمہیں وہ وقت اور وہ جگہ یاد ہے مجھے مختصر سی بات بھی تفصیل کے ساتھ یاد ہے۔ اور میں اُس وقت تک یاد رکھوں گا جب کہ تمام مادی چیزیں مجھ سے جدا ہو رہی ہونگی

دنیا مجھے دور معلوم ہوتی تھی۔ اور بہشت بہت قریب۔ میرے تصور میں تمام تاروں کی جھلملاہٹ کے نیچے چاندنی رات میں کھڑی ہوئی ہو اور شب کی شوکت تمہیں احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ ایک شکستہ دل پرندبیل کے درخت پر بیٹھا ہوا تھا اور پھول آہیں بھر رہے تھے اور آبشار کی آواز باغ میں سے گزرتی ہوئی ایک ملائم نغمہ کی طرح ہم تک پہونچ رہی تھی۔ ایک تخت نما کرسی پر تم جلوہ گر تھیں اور تمہارے لباس کی زرکاریاں چاند کی شعاعوں میں چمک رہی تھیں اور تمہاری گردن میں جواہرات کا ہار تمہاری پیاری آنکھوں سے زیادہ چمکدار نہ تھا۔ آہ! وہ آنکھیں جو کہ اس قدر تابناک ہونے پر بھی اشکوں سے لبریز تھیں جب کہ میں نے ہمت کرکے اپنے آپ کو تمہارے قدموں پر ڈال دیا تھا اور وہ

الفاظ جو کہ میرے لبوں پر تڑپتے تھے میں نے تم سے کیسے کہے۔ مجھے وہ اب بھی یاد ہیں۔ میری ملکہ! میری ملکہ!! مجھے مستقبل اس سے زیادہ اور کیا دے سکتا ہے۔

اور باوجود اس قدر مشکلات کے تم نے میرے پاس آنے کا خیال ظاہر کیا اپنی خوبیوں کے سر پر ایک زریں تاج رکھا ہے۔

میری جان! میری زندگی تمہاری زندگی کے ایک لمحہ کے برابر بھی نہیں ہے لیکن میں وفادار رہوں گا۔ غالباً تمہاری شرافت مجھے اب پاس نہ کھینچے گی۔ اور نہ مجھے قطعی نا اہل۔ میں تمہارے عطیہ کو قبول نہ کروں گا شاید تمہیں اس کی وجہ معلوم ہو جائے۔ مجھ سے بدلہ نہ لے۔ اس اثنا میں مفقود الخبر ہو جاؤں گا۔ اور اے میری روح رواں! شاید تمہارے خیال سے بھی محو ہو جاؤں۔ ایسا کیوں نہ ہونا چاہیئے؟

میں نے اپنے دونوں ہاتھ زندگی کی آتش فروزاں پر گرم کر لیے ہیں اور مجھے کوئی شکایت نہیں کیونکہ وہ اب قریب الختم ہے۔

پیاری میں نے اپنے حیات تمہارے سامنے صاف طور پر پیش کر دیئے اور کشاکش میں کافی حصہ لیا۔ لیکن اب ایسا نہیں کر سکتا ہوں۔

اب میں بجز اس کے اور کیا کر سکتا ہوں کہ میں اپنی بڑھتی ہوئی آرزوں

اور غیر محدود مصیبتوں کا ذکر کروں یا اپنی مردہ امیدوں اور تلخ کامیوں کا جو کہ میری روح کو مضطرب بنائے ہوئے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن اب میں خود بیش بہا چیز کو چھوڑ کر صرف اپنے مادر وطن کے باشندوں کی پیروی کی خاطر ایک غیر معلوم جگہ کو جلا وطن ہو رہا ہوں۔

اب میں تمہیں کوئی خط نہ لکھوں گا اور نہ میں اس کی معذرت یا معافی چاہتا ہوں۔ مجھے صرف اس قدر معلوم ہے کہ میں تمہاری پرستش کرتا ہوں اور ہمیشہ ایسا ہی کرتا رہوں گا۔

خدا حافظ!

۱۳۳۰۲

